فہرست مضامین

انتساب 6
درس نمبر1 7
سیرۃ النبی ﷺ پڑھنے اور سننے کا طریقہ 8
درس نمبر2 9
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد 9
حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد 9
شجرۂ نسب 9
خاندانی عظمت 10
درس نمبر3 11
حضرت عبد المطلب 11
اصحابِ فیل کا واقعہ 11
درس نمبر4 13
حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 13
درس نمبر5 14
حضور ﷺ کے والدین رضی اللہ عنہما کا ایمان 14
درس نمبر6 17
میلاد النبی ﷺ 17
درس نمبر7 19
بچپن شریف 19
حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات 20
درس نمبر8 21
حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے نکاح 21
اعلان نبوت سے پہلے کے دوست 22

کاروباری مصروفیات 23
درس نمبر9 23
درس نمبر10 24
پہلی وحی 24
دعوتِ اسلام کے لئے تین دور 26
درس نمبر11 26
پہلا دور 26
دُوسرا دور 26
تیسرا دور 27
رحمت عالم ﷺ پر ظلم و ستم 28
درس نمبر12 28
مسلمانوں پر مظالم 30
درس نمبر13 30
ہجرت حبشہ 32
درس نمبر14 32
غم کا سال 33
درس نمبر15 33
حضرت بی بی خدیجہ کی وفات 33
طائف کا سفر 34
درس نمبر16 35
مدینہ میں آفتاب رِسالت کی تجلیاں 35
مدینہ میں اسلام کیسے پھیلا 35
بیعت عقبہ اولیٰ 36
بیعت عقبہ ثانیہ 37
درس نمبر17 38

ہجرت مدینہ 38
کفار کی میٹنگ 38
درس نمبر18 40
غار ثور میں آمد 40
درس نمبر19 42
مساجد کی تعمیر 42
مسجد الجمعہ 42
ابو ایوب انصاری کا مکان 44
درس نمبر20 44
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت مدینہ میں 44
مسجد نبوی کی تعمیر 44
ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات 45
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی رُخصتی 45
درس نمبر21 46
قبلہ کی تبدیلی 46
جنگِ بدر 47
درس نمبر22 48
حضرت زینب کا ہار 48
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی 48
حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح 49
حضرت صفیہ کا نکاح 50
درس نمبر23 50
حضرت میمونہ کا نکاح 50
حجۃ الوداع 50
وفاتِ اقدس 51

درس نمبر24 52
عاشقان رسول پر وفات کا اثر 52
تجہیز و تکفین 53
نماز جنازہ 53
درس نمبر25 54
قبر انور 54
حضور ﷺ کا ترکہ 54
زمین 55
سواری کے جانور 56
درس نمبر26 56
مختلف سامان 56
تبرکاتِ نبوت 57
درس نمبر27 57
خاندان مصطفیٰ ﷺ کا مختصر تعارف 58
درس نمبر28 58
امام الانبیاء ﷺ کی ازواج پاک 59
حضور ﷺ کے صاحبزادے 59
نبی رحمت ﷺ کی صاحبزادیاں 59
حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد پاک 59
درس نمبر29 60
مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ کے صاحبزادے 60
سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے 60
سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کربلا میں 60
آپ کی دو صاحبزادیاں کربلا میں 61
امام حسین رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں کربلا میں 61

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد کربلا میں 61
امام حسین رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کربلا میں 61
میدان کربلا سے زندہ بچنے والے 61
امام زین العابدین کے صاحبزادوں کے نام 61
بارہ امام 62
کربلا میں شہید ہونے والے صحابہ کرام 62
درس نمبر30 63
اُمّت پر حضور ﷺ کے حقوق 63
(۱)ایمان بِالرَّسُول 63
(۲)اِتباعِ سنّت رسول 63
(۳)اطاعت رِسول 64
(۴)محبت رسول 64
(۵)تعظیمِ رسول 64
(۶)مدحِ رَسول 65
(۷)درود شریف 65
(۸)قبر انور کی زیارت 65
محبتِ رسول کی نشانیاں 66

انتساب

فقیر اپنی اس ادنیٰ سی کاوش کو

نبی رحمت، شفیع امت، جانِ عالم، محبوب رب العزت، تاجدار ختم نبوت

حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ کو محفوظ کرکے ہم تک پہنچانے والے تمام علماء سیر

وجملہ عاشقان رسول ﷺ کے نام منسوب کرتا ہے۔

اللہ رب العزت شرف قبولیت عطا فرمائے

اور میری، میرے والدین، اولاد، بہن بھائیوں، اساتذہ کرام، وابستگان

اور بالخصوص میرے پیرومرشد، عاشق مدینہ، فنافی الرسول، شیخ طریقت، امیر اہلسنت، الحاج

ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی

حفظہ اللہ تعالیٰ

کی بے حساب مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

فقط طالبِ شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ: ابوحمزہ محمد آصف مدنی

درس نمبر 1

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالٰی اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے وقتاً فوقتاً اپنے مقدس انبیاء علیہم السلام کو بھیجتا رہا اور سب سے آخر میں اپنے پیارے محبوب ﷺ کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا جو عرب و عجم میں بے مِثل و بے مثال اور اصل و نسل، حَسب و نَسب میں سب سے زیادہ پاکیزہ، عقل و علم و بصیرت میں سب سے بَر تَر، رحم و کرم میں سب سے زیادہ رحیم و شفیق ہیں۔ اللہ تعالٰی نے ان کے جسم و رُوح کو ہر قسم کے عیب و نَقص سے پاک رکھا، الغرض آپ ﷺ کو ایسے فضائل عطا فرمائے کہ جنہیں شمار کرنا ممکن نہیں۔

ان میں سے بعض اوصاف و کمالات کو اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب قرآن مجید فرقان حمید میں خود ذکر فرما کر آپ کے عظیم مرتبے پر لوگوں کو خبر دار کیا اور انہیں آپ کے اخلاق و آداب کی تعلیم دی اور بندوں کو ان پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی اور آپ ﷺ کی اطاعت اور پیروی کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا: "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ"

ترجمہ: بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔ (پارہ 21، سورۃ الاحزاب: 21)

مفسرِ قرآں **سید محمد نعیم الدین** مُراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں:

ان کی اچھی طرح اتباع کرو اور دین الٰہی کی مدد کرو اور رسول کریم ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑو اور رسول کریم ﷺ کی سنتوں پر چلو یہ (تمہارے لئے سب سے) بہتر ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، پارہ 21، سورۃ الاحزاب، آیت 21)

حضرت عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے (احکام) کے تابع نہ ہو جائے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام... الخ، ج ۱، ص ۵۴، الحدیث: ۱۶۷)

اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام... الخ، ج ۱، ص ۵۵، الحدیث: ۱۷۵)

ان احادیث سے واضح ہوا کہ آپ ﷺ کی سنتوں کی پیروی ایمان کے کامل ہونے اور جنت میں آپ کا قرب پانے کا ذریعہ ہے اور یقیناً ہم میں سے ہر ایک کی یہ خواہش ہے کہ وہ ان نعمتوں سے سرفراز ہو لہٰذا ہمیں چاہیے کہ آپ ﷺ کے اقوال، افعال، حالات اور سیرت طیبہ کا بغور مطالعہ اور مکمل توجہ کیساتھ سُن کر اپنی زندگی آپ ﷺ کی اطاعت اور آپ کی سنتوں پر عمل کرتے ہوئے گزاریں۔

سیرۃ النبی ﷺ پڑھنے اور سننے کا طریقہ

اس درس کو اس طرح نہ سنا جائے جیسے عام طور پر لوگ قصے، کہانیاں یا تاریخی واقعات کو لاپرواہی کے ساتھ سنتے ہیں بلکہ اس جذبہ عقیدت اور والہانہ جوشِ محبت کے ساتھ سنیں کہ یہ شہنشاہ دوجہاں، محبوبِ رحمٰن ﷺ کی مبارک زندگی اور ان کی سیرتِ مقدسہ کا ذکرِ جمیل ہے جو ہماری ایمانی عقیدتوں کا مرکز اور ہماری اسلامی زندگی کا محور ہے۔ یہ محبوب خدا ﷺ کی ان قابل احترام اداؤں کا بیان ہے جن پر کائنات عالم کی تمام عظمتیں قربان ہیں، لہذا اس درس کے دوران ہمیں ادب واحترام کا پیکر بن کر اور اپنے دل ودماغ کو منور کر کے اس تصور کے ساتھ سننا چاہیے کہ اس کا ایک ایک لفظ میرے لئے نیکیوں اور برکات کا خزانہ ہے اور گویا میں حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے مقدس دربار میں حاضر ہوں اور آپ کی ان پیاری پیاری اداؤں کو دیکھ رہا ہوں اور آپ کی مبارک صحبت سے برکتیں حاصل کر رہا ہوں۔

حضرت **ابو ابراہیم** تجیبی علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا:

"ہر مومن پر واجب ہے کہ جب وہ رحمت عالم ﷺ کا ذکر کرے یا اسکے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے تو وہ پر سکون ہو کر نیاز مندی وعاجزی کا اظہار کرے، اور اپنے دِل میں آپ کی عظمت اور ہیبت وجلال کا ایسا رُعب ودَبدَبہ پیدا کرے جیسا کہ آپ کے حضور حاضر ہونے کی صورت میں ہوتا۔" (شفاء شریف: جلد2، صفحہ 32)

اور حضرت **علامہ قاضی عیاض** رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور انور ﷺ کی وفاتِ اقدس کے بعد بھی ہر امتی پر آپ کی اتنی ہی تعظیم وتوقیر لازم ہے جتنی کہ آپ کی ظاہری زندگی میں تھی۔ چنانچہ بغداد کا خلیفہ **"منصور عباسی"** جب مسجد نبوی میں آکر زور زور سے بولنے لگا تو **حضرت امام مالک** رحمۃ اللہ علیہ نے اسکو یہ کہہ کر ڈانٹ دیا کہ اے امیر المومنین! یہاں بلند آواز سے گفتگو نہ کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے حبیب ﷺ کے دربار کا یہ ادب سکھایا: "لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ"

یعنی نبی کے دربار میں اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو۔ (پارہ ۲۶، الحجرات:۲)

"وان حرمته ميتا كحرمته حيا" اور آپ ﷺ کی وفات اقدس کے بعد بھی ہر امتی پر آپ کی اتنی ہی تعظیم واجب ہے جتنی کہ آپ کی ظاہری حیات میں تھی۔ یہ سن کر خلیفہ پر لرزہ طاری ہو گیا اور وہ نرم پڑ گیا۔ (شفاء شریف: جلد،2 صفحہ 32،33)

بہرحال سیرت مقدسہ سنتے وقت ادب واحترام لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیرت مصطفیٰ ﷺ کی حقیقی برکات نصیب فرمائے۔ آمین

درس نمبر2

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد

بانئ کعبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صاحبزادے کا نام حضرت سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام ہے جو حضرت بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو اوران کی والدہ حضرت بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو مکہ مکرمہ میں لاکر آباد کیا اور عرب کی زمین ان کو عطا فرمائی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے صاحبزادے کا نام حضرت اسحاق علیہ السلام ہے جو حضرت بی بی سارہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو ملک شام عطا فرمایا۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے ہوئے اوران کی اولاد میں خدا تعالیٰ نے اس قدر برکت عطا فرمائی کہ وہ بہت جلد تمام عرب میں پھیل گئے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ایک صاحبزادے کا نام **"قیدار"** تھا جو بہت مشہور ہوئے۔ان کی اولاد مکہ میں آباد رہی اور یہ لوگ اپنے باپ کی طرح ہمیشہ کعبہ معظمہ کی خدمت کرتے رہے جس کو دنیا میں توحید کی سب سے پہلی درسگاہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

انہی قیدار کی اولاد میں **"عدنان"** نامی ایک عظیم شخص پیدا ہوئے اور **"عدنان"** کی اولاد میں چند پشتوں بعد **"قصی"** بہت ہی جاہ و جلال والے شخص پیدا ہوئے جنھوں نے مکہ مکرمہ میں مشترکہ حکومت کی بنیاد پر 440ء میں ایک سلطنت قائم کی اور ایک قومی مجلس (پارلیمنٹ) بنائی جو **"دارالندوہ"** کے نام سے مشہور ہے اور اپنا ایک قومی جھنڈا بنایا جسکو **"لِوَاء"** کہتے تھے اور درج ذیل چار عہدے قائم کئے۔ جن کی ذمہ داری چار قبیلوں کو سونپ دی۔ (1) رفادۃ (2) سقایۃ (3) حجابۃ (4) قیادۃ

"قصی" کے بعد ان کے صاحبزادے **"عبد مناف"** اپنے باپ کے جانشین ہوئے پھر ان کے فرزند **"ہاشم"** پھر ان کے فرزند **"عبد المطلب"** ان کے جانشین ہوئے۔ انہی عبد المطلب کے فرزند حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ جن کے لَختِ جگر ہمارے حضور رحمۃ للعالمین ﷺ ہیں۔ جن کی مقدس سیرت پاک سننے کا ہم شرف حاصل کریں گے۔

شجرۂ نسب

حضورِ اقدس ﷺ کا نسب شریف والد ماجد کی طرف سے یہ ہے:

(۱) حضرت محمد ﷺ (۲) بن عبد اللہ (۳) بن عبد المطلب (۴) بن ہاشم (۵) بن عبد مناف (۶) بن قصی (۷) بن کلاب (۸) بن مرہ (۹) بن کعب (۱۰) بن لوی (۱۱) بن غالب (۱۲) بن فہر (۱۳) بن مالک (۱۴) بن نضر (۱۵) بن کنانہ (۱۶) بن خزیمہ (۱۷) بن مدرکہ (۱۸) بن الیاس (۱۹) بن مضر (۲۰) بن نزار (۲۱) بن معد (۲۲) بن عدنان۔

(صحیح البخاری: کتاب مناقب الانصار، باب مبعث النبی ﷺ، جلد 2، صفحہ 573)

اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حضور ﷺ کا شجرہ نسب یہ ہے:

حضرت محمد ﷺ (2) بن آمنہ (3) بنت وہب (4) بن عبد مناف (5) بن زہرہ (6) بن کلاب (7) بن مرہ۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، اولاد عبد المطلب، ص 48)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کا شجرۂ نسب **"کلاب بن مرہ"** پر مل جاتا ہے اور آگے چل کر دونوں سلسلے ایک ہو جاتے ہیں۔ **"عدنان"** تک آپ کا نسب نامہ صحیح سندوں کے ساتھ باتفاق مؤرخین ثابت ہے اس کے بعد ناموں میں کچھ اختلاف ہے اور حضور ﷺ جب بھی اپنا نسب نامہ بیان فرماتے تھے تو **"عدنان"** ہی تک ذکر فرماتے تھے۔ (کرمانی: بحوالہ حاشیہ بخاری جلد 1، صفحہ 543)

مگر اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ **"عدنان"** حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبزادے ہیں۔

خاندانی عظمت

حضورِ اکرم ﷺ کا خاندان مقام و مرتبے اور شرافت میں تمام دنیا کے خاندانوں سے اعلیٰ ہے اور یہ وہ حقیقت ہے کہ آپ ﷺ کے بدترین دشمن کفار مکہ بھی کبھی اس کا انکار نہ کر سکے۔ چنانچہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے (جب وہ کفر کی حالت میں تھے) بادشاہ روم ہِرقل کے بھرے دربار میں اس حقیقت کا اقرار کیا کہ ''ھُوَ فِینَا ذُو نَسَب'' یعنی نبی ﷺ ''اعلیٰ خاندان'' سے تعلق رکھتے ہیں۔

(صحیح البخاری: کتاب بدء الوحی، باب 6، جلد 1، صفحہ 10 مفصلاً)

حالانکہ اس وقت وہ آپ ﷺ کے بدترین دشمن تھے اور چاہتے تھے کہ اگر ذرا بھی کوئی گنجائش ملے تو آپ ﷺ کی ذات پاک پر کوئی عیب لگا کر بادشاہ روم کی نظروں سے آپ کا وقار گرا دیں۔

مسلم شریف کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے **"کنانہ"** کو برگُزیدہ بنایا اور **"کنانہ"** میں سے **"قریش"** کو چنا، اور **"قریش"** میں سے **"بنی ہاشم"** کو منتخب فرمایا، اور **"بنی ہاشم"** میں سے مجھ کو چن لیا۔

(صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ...الخ، الحدیث: 2276، صفحہ 1249)

حضرت عبد المطلب

حضور اقدس ﷺ کے دادا **"عبد المطلب"** کا اصلی نام **"شیبہ"** ہے۔ یہ بڑے ہی نیک اور عابد و زاہد تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا نورِ نبوت ان کی پیشانی میں چمکتا تھا اور ان کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ اہلِ عرب خصوصاً قریش کو ان سے بڑی عقیدت تھی۔ مکہ والوں پر جب کوئی مصیبت آتی تو لوگ عبد المطلب کو ساتھ لے کر پہاڑ پر چڑھ جاتے اور بارگاہِ خداوندی میں ان کو وسیلہ بنا کر دعا مانگتے تو دعا مقبول ہو جاتی تھی۔

اصحابِ فیل کا واقعہ

حضور اکرم ﷺ کی پیدائش سے صرف پچپن دن پہلے یمن کے بادشاہ **"ابرہہ"** نے ہاتھیوں کی فوج لے کر کعبہ شریف کو گرانے کے لئے مکہ پر حملہ کر دیا۔ اس حملے کی وجہ یہ تھی کہ **"ابرہہ"** نے یمن کے شہر **"صنعاء"** میں ایک **"گرجاگھر"** اس لئے بنایا کہ عرب کے لوگ بجائے خانہ کعبہ کے اس گرجاگھر کا حج کریں۔ مکہ والوں کو یہ معلوم ہوا تو قبیلہ **"کنانہ"** کے ایک شخص نے یمن جا کر گرجاگھر میں پاخانہ و پیشاب کر کے اسے نجاست سے آلودہ کر دیا۔ ابرہہ نے یہ سنا تو غصے میں پاگل ہو گیا اور خانہ کعبہ کو گرانے کیلئے ہاتھیوں کی فوج لے کر مکہ پر حملہ کر دیا۔ اور اس کی فوج کے اگلے دستہ نے مکہ والوں کے تمام اونٹوں اور مویشیوں کو چھین لیا اس میں دو سو یا چار سو اونٹ عبد المطلب کے بھی تھے۔

(شرح الزرقانی علی المواھب، المقصد الاول، عام الفیل وقصۃ ابرھۃ، جلد1، صفحہ156-158 ملتقطاً)

عبد المطلب کو اس واقعہ سے بڑا رنج پہنچا۔ چنانچہ آپ گفتگو کرنے کے لئے اس کے لشکر میں تشریف لے گئے۔ ابرہہ نے آپ کو اپنے خیمہ میں بلا لیا، جب عبد المطلب کو دیکھا کہ نہایت حسین و جمیل آدمی ہیں جن کی پیشانی پر نورِ نبوت چمک رہا ہے تو صورت دیکھتے ہی مرعوب ہو گیا۔ اور بے اختیار تخت سے اُتر کر آپ کی تعظیم و تکریم کے لئے کھڑا ہو گیا اور اپنے پاس بٹھا کر کہنے لگا: فرمایئے! سردارِ قریش! یہاں تشریف آوری کا کیا مقصد ہے؟ عبد المطلب نے جواب دیا کہ ہمارے اونٹ اور بکریاں جو لشکر کے سپاہی لائے ہیں، انہیں ہمارے سپرد کر دیجیے۔ یہ سن کر ابرہہ نے کہا کہ اے سردارِ قریش! میں تو سمجھتا تھا کہ آپ بہت ہی حوصلہ مند اور شاندار آدمی ہیں۔ مگر آپ نے مجھ سے اپنے اونٹوں کا سوال کر کے میری نظروں میں اپنا وقار کم کر دیا۔ اونٹ اور بکری کی حقیقت ہی کیا ہے؟ میں تو آپ کے کعبہ کو توڑ پھوڑ کر برباد کرنے کے لئے آیا ہوں، آپ نے اس کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی۔ عبد المطلب نے کہا کہ مجھے تو اپنے اونٹوں سے مطلب ہے کعبہ میرا نہیں بلکہ خدا کا گھر ہے۔ وہ خود اپنے گھر کو بچا لے گا۔ مجھے اس کی فکر نہیں ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواھب، المقصد الاول، عام الفیل وقصۃ ابرھۃ، جلد1، صفحہ161 ملخصًا)

یہ سن کر ابرہہ اپنے فرعونی لہجہ میں کہنے لگا کہ اے سردارِ مکہ! سن لیجیے! میں کعبہ کو ڈھا کر اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا، اور روئے زمین سے اس کا نام و نشان مٹا دوں گا کیونکہ مکہ والوں نے میرے گرجاگھر کی بے حرمتی کی ہے۔ عبد المطلب نے فرمایا کہ پھر آپ جانیں اور خدا جانے۔ میں آپ سے سفارش کرنے والا کون؟ اس گفتگو کے بعد ابرہہ نے تمام جانور واپس کر دیئے۔ اور عبد المطلب تمام اونٹوں اور بکریوں کو

ساتھ لے کر اپنے گھر آگئے اور مکہ والوں سے فرمایا کہ تم لوگ اپنے جانور لے کر مکہ سے باہر نکل جاؤ۔ اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر اور دروں میں چھپ کر پناہ لو۔ (شرح الزرقانی علی المواھب، المقصد الاول، عام الفیل وقصۃ ابرھۃ، جلد 1، صفحہ 161 ملخصًا)

مکہ والوں سے یہ کہہ کر پھر خود اپنے خاندان کے چند آدمیوں کیساتھ خانہ کعبہ میں گئے اور دروازے کی کنڈی پکڑ کر انتہائی بے قراری اور گریہ و زاری کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں اس طرح دعا مانگنے لگے کہ۔

لَاھُمَّ اِنَّ الْمَرْءَ یَمْنَعُ رَحْلَهٗ فَامْنَعْ رِحَالَکَ

وَانْصُرْ عَلٰی اٰلِ الصَّلِیْبِ وَعَابِدِیْهِ الْیَوْمَ اٰلَکَ

اے اللہ! بے شک ہر شخص اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے۔ لہٰذا تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما، اور صلیب والوں اور صلیب کے بجاریوں (عیسائیوں) کے مقابلہ میں اپنے بندوں کی مدد فرما۔ عبد المطلب نے یہ دعا مانگی اور اپنے خاندان والوں کیساتھ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے اور خدا کی قدرت کا جلوہ دیکھنے لگے۔ (شرح الزرقانی علی المواھب، المقصد الاول، عام الفیل وقصۃ ابرھۃ، ج 1، ص 157)

ابرہہ صبح کعبہ ڈھانے کے لئے اپنے لشکر اور ہاتھیوں کی قطار کے ساتھ مقام **"مغمس"** میں پہنچا تو خود اس کا ہاتھی جس کا نام **"محمود"** تھا ایک دم بیٹھ گیا، بار بار اٹھانے کے باوجود نہیں اٹھا۔ (شرح الزرقانی علی المواھب، المقصد الاول، عام الفیل وقصۃ ابرھۃ، ج 1، ص 162 ملخصًا)

اسی حال میں قہر الٰہی ابابیلوں کی شکل میں نمودار ہوا اور ننھے ننھے پرندے جُھنڈ کے جُھنڈ جن کی چونچ اور پنجوں میں تین تین کنکریاں تھیں سمندر کی جانب سے حرم کعبہ کی طرف آنے لگے۔ ابابیلوں کے لشکروں نے ابرہہ کی فوجوں پر اس زور سے کنکریاں پھینکنا شروع کیں کہ آن کی آن میں ابرہہ کے لشکر، اور اس کے ہاتھیوں کے پرخچے اڑ گئے۔ ابابیلوں کی سنگ باری خداوندِ قہار و جبار کے قہر و غضب کی ایسی مار تھی کہ جب کوئی کنکری کسی فیل سوار کے سر پر پڑتی تھی تو وہ اس آدمی کے بدن کو چھیدتی ہوئی ہاتھی کے بدن سے پار ہو جاتی تھی۔ ابرہہ کی فوج کا ایک آدمی بھی زندہ نہیں بچا اور سب کے سب ابرہہ اور اس کے ہاتھیوں سمیت اس طرح ہلاک و برباد ہو گئے کہ ان کے جسموں کی بوٹیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر بکھر گئیں۔ چنانچہ قرآن مجید کی **"سورۂ فیل"** میں خداوند قدوس نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ﴿۱﴾ اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ﴿۲﴾ وَّ اَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ﴿۳﴾ تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ﴿۴﴾ فَجَعَلَهُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ ﴿۵﴾ (پارہ 30، سورۃ الفیل: آیت 1-5)

یعنی (اے محبوب) کیا آپ نے نہ دیکھا کہ آپ کے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کر ڈالا، کیا انکے داؤ کو تباہی میں نہ ڈالا اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں بھیجیں تاکہ انہیں کنکر کے پتھروں سے ماریں تو انہیں چبائے ہوئے بھُوسے جیسا بنا ڈالا۔

جب ابرہہ اور اس کے لشکروں کا یہ انجام ہوا تو عبد المطلب پہاڑ سے نیچے اترے اور خدا کا شکر ادا کیا۔ ان کی اس کرامت کا دور دور تک چرچا ہو گیا اور تمام اہل عرب ان کو ایک خدا کے نیک بندے کی حیثیت سے قابل احترام سمجھنے لگے۔

(شرح الزرقانی علی المواھب، المقصد الاول، عام الفیل وقصۃ ابرھۃ، جلد 1، صفحہ 164)

درس نمبر4

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ ہمارے حضور رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والد ماجد ہیں۔ آپ عبد المطلب کے تمام بیٹوں میں سب سے زیادہ باپ کے لاڈلے اور پیارے تھے۔ چونکہ ان کی پیشانی میں نور محمدی اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ جلوہ گر تھا اس لئے حسن و خوبی کے پیکر، اور جمالِ صورت و کمال سیرت کے آئینہ دار، اور عفت و پارسائی میں یکتائے روز گار تھے۔ قبیلۂ قریش کی تمام حسین عورتیں ان کے حسن و جمال پر فریفتہ اور ان سے شادی کی خواہشمند تھیں۔ مگر عبد المطلب ان کے لئے ایک ایسی عورت کی تلاش میں تھے جو حسن و جمال کے ساتھ ساتھ حسب و نسب کی شرافت اور پاکدامنی میں بھی ممتاز ہو۔ عجیب اتفاق کہ ایک دن حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ شکار کے لئے جنگل میں تشریف لے گئے تو ملک شام کے یہودی چند علامتوں سے پہچان گئے کہ نبی آخر الزماں کے والد ماجد یہی ہیں۔ چنانچہ ان یہودیوں نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو بارہا قتل کر ڈالنے کی کوشش کی۔ اس مرتبہ بھی یہودیوں کی ایک بہت بڑی جماعت اسلحہ سے لیس ہو کر اس نیت سے جنگل میں گئی کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو تنہائی میں دھوکہ سے قتل کر دیں، مگر اللہ تعالیٰ نے اس مرتبہ بھی اپنے فضل و کرم سے انہیں بچالیا۔ عالم غیب سے چند ایسے سوار اچانک ظاہر ہوئے جو اس دنیا کے لوگوں سے کوئی مشابہت نہیں رکھتے تھے، ان سواروں نے آکر یہودیوں کو مار بھگایا اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو بحفاظت ان کے مکان تک پہنچادیا۔ **"وہب بن مناف"** بھی اس دن جنگل میں تھے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھا، اس لئے ان کو حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بے انتہا محبت و عقیدت ہو گئی، اور گھر آکر یہ عزم کر لیا کہ میں اپنی نورِ نظر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کروں گا۔ چنانچہ اپنی اس دلی تمنا کو اپنے چند دوستوں کے ذریعہ انہوں نے عبد المطلب تک پہنچادیا۔ خدا کی شان کہ عبد المطلب اپنے نورِ نظر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے لئے جیسی دلہن کی تلاش میں تھے، وہ ساری خوبیاں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وہب میں موجود تھیں۔ عبد المطلب نے اس رشتہ کو خوشی خوشی منظور کر لیا۔ چنانچہ چوبیس سال کی عمر میں حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہو گیا اور نور محمدی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے منتقل ہو کر حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر میں جلوہ گر ہو گیا اور جب حمل شریف کو دو مہینے پورے ہو گئے تو عبد المطلب نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو کھجوریں لینے کے لئے مدینہ بھیجا، یا تجارت کے لئے ملک شام روانہ کیا، وہاں سے واپس لوٹتے ہوئے مدینہ میں اپنے والد کے ننہال **"بنو عدی بن نجار"** میں ایک ماہ بیمار رہ کر پچیس برس کی عمر میں وفات پاگئے اور وہیں **"دارِ نابغہ"** میں مزار بنا۔

(مدارج النبوت، قسم دوم، باب اول، ج2، ص12۔14 ملتقطا)(زرقانی علی المواہب ج1 ص101)

قافلہ والوں نے جب مکہ واپس لوٹ کر عبد المطلب کو حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی بیماری کا حال سنایا تو انہوں نے خبر گیری کے لئے اپنے سب سے بڑے لڑکے **"حارث"** کو مدینہ بھیجا۔ ان کے مدینہ پہنچنے سے قبل ہی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ انتقال فرما چکے تھے۔ حارث نے مکہ واپس آکر وفات کی خبر سنائی تو گویا تمام بنو ہاشم پر غم کا پہاڑ ٹوٹ گیا۔

روایت ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر فرشتوں نے غمگین ہو کر بڑی حسرت کے ساتھ یہ کہا کہ الٰہی! تیرا نبی یتیم ہو گیا ۔حضرت حق نے فرمایا: کیا ہوا؟ میں اس کا حامی و حافظ ہوں۔ (مدارج النبوت، قسم دوم، باب اول، ج2، ص14)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ترکہ ایک لونڈی **"اُم ایمن"** جس کا نام **"برکہ"** تھا کچھ اونٹ کچھ بکریاں تھیں، یہ سب ترکہ حضور سرور عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بطور وراثت ملا۔ **"اُم ایمن"** بچپن میں حضوراقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دیکھ بھال کرتی تھیں کھلاتیں، کپڑا پہناتیں، پرورش کی پوری ضروریات مہیا کرتیں، اس لئے حضوراقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تمام عمر **"اُم ایمن"** کی دل جوئی فرماتے رہے۔

(الاستیعاب، کتاب النساء وکناھن، باب الباء، جلد4، صفحہ356)

(دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ذکر رضاع النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مرضعتہ...الخ، ج1، ص150)

درس نمبر5

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین رضی اللہ عنہما کا ایمان

حضوراقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، اہل سنت کے علماء و محققین میں سے **امام جلال الدین سیوطی و علامہ ابن حجر ہیتمی و امام قرطبی و حافظ الشام ابن ناصر الدین و حافظ شمس الدین دمشقی و قاضی ابو بکر ابن العربی مالکی و شیخ عبدالحق محدث دہلوی و صاحب الاکلیل مولانا عبدالحق مہاجر مدنی** وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی عقیدہ اور قول ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ماں باپ دونوں یقینا بلاشبہ مؤمن ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں حضرت **شیخ عبدالحق محدث دہلوی** رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ علماء متأخرین نے تحقیق کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین رضی اللہ عنہما بلکہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تمام آباء و اجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب کے سب **"مؤمن"** ہیں اور ان حضرات کے ایمان کو ثابت کرنے میں علماء متأخرین کے تین طریقے ہیں:

اول یہ کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین رضی اللہ عنہما اور آباء و اجداد سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے، لہٰذا **"مؤمن"** ہوئے۔

دوم یہ کہ یہ تمام حضرات حضور علیہ السلام کے اعلان نبوت سے پہلے ہی ایسے زمانے میں وفات پا گئے جو زمانہ **"فترت"** کہلاتا ہے اور ان لوگوں تک حضور علیہ السلام کی دعوتِ ایمان پہنچی ہی نہیں لہٰذا ہرگز ان حضرات کو کافر نہیں کہا جا سکتا بلکہ ان لوگوں کو مؤمن ہی کہا جائے گا۔

سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو زندہ فرما کر ان کی قبروں سے اٹھایا اور ان لوگوں نے کلمہ پڑھ کر حضور علیہ السلام کی تصدیق کی اور حضور علیہ السلام کے والدین رضی اللہ عنہما کو زندہ کرنے کی حدیث اگرچہ بذات خود ضعیف ہے مگر اس کی سندیں اس قدر کثیر ہیں کہ یہ حدیث **"صحیح"** اور **"حسن"** کے درجے کو پہنچ گئی ہے۔

اور یہ وہ علم ہے جسے حق تعالیٰ نے علماء متأخرین پر منکشف فرمایا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے اپنی رحمت کے ساتھ خاص فرمالیتا ہے اور **شیخ جلال الدین سیوطی** رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں چند رسائل تصنیف کیے ہیں اور اس مسئلہ کو دلیلوں سے ثابت کیا ہے اور مخالفین کے شبہات کا جواب دیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، الفصل الاول، جلد 1، صفحہ 765)

اسی طرح خاتمۃ المفسرین **حضرت شیخ اسمٰعیل حقی** رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ **امام قرطبی** نے اپنی کتاب **"تذکرہ"** میں تحریر فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام جب **"حجۃ الوداع"** میں ہم لوگوں کو ساتھ لے کر چلے اور **"حجون"** کی گھاٹی پر گزرے تو رنج و غم میں ڈوبے ہوئے رونے لگے اور حضور ﷺ کو روتا دیکھ کر میں بھی رونے لگی۔ پھر حضور ﷺ اپنی اونٹنی سے اتر پڑے اور کچھ دیر کے بعد واپس تشریف لائے تو مسکراتے ہوئے آئے۔ میں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، کیا بات ہے؟ آپ ﷺ رنج و غم میں ڈوبے ہوئے اونٹنی سے اترے اور واپسی خوشی سے مسکراتے ہوئے لوٹے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اپنی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر کی زیارت کیلئے گیا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ ان کو زندہ فرمادے تو خدا تعالیٰ نے ان کو زندہ فرمادیا اور وہ ایمان لائیں۔ (روح البیان، سورۃ البقرۃ تحت الآیۃ:119، ج1، ص217)

اور **"الاشباہ والنظائر"** میں ہے: ہر وہ شخص جو کفر کی حالت میں مر گیا اس پر لعنت جائز ہے سوائے رسول اللہ ﷺ کے والدین کے، کیونکہ اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا اور یہ دونوں ایمان لائے۔ (الاشباہ والنظائر، کتاب الحظر والاباحۃ، صفحہ 248)

یہ بھی ذکر کیا گیا کہ حضور علیہ السلام اپنے ماں باپ کی قبروں کے پاس روئے اور ایک خشک درخت زمین میں بو دیا، اور فرمایا کہ اگر یہ درخت ہرا ہو گیا تو یہ اس بات کی علامت ہو گی کہ ان دونوں کا ایمان لانا ممکن ہے۔ چنانچہ وہ درخت ہرا ہو گیا، پھر حضور علیہ السلام کی دعا کی برکت سے وہ دونوں اپنی قبروں سے نکل کر اسلام لائے اور پھر اپنی قبروں میں تشریف لے گئے اور ان دونوں کا زندہ ہونا، ایمان لانا، نہ عقلاً محال ہے نہ شرعاً کیونکہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ بنی اسرائیل کے مقتول نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتایا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دست مبارک سے بھی چند مردے زندہ ہوئے۔ (روح البیان، سورۃ البقرۃ تحت الآیۃ:119، جلد 1، صفحہ 217)

جب یہ سب باتیں ثابت ہیں تو حضور ﷺ کے والدین رضی اللہ عنہما کے زندہ ہو کر ایمان لانے میں بھلا کونسی چیز مانع ہو سکتی ہے؟ اور جس حدیث میں یہ آیا ہے کہ "میں نے اپنی والدہ کے لئے دعائے مغفرت کی اجازت طلب کی تو مجھے اس کی اجازت نہیں دی گئی۔" یہ حدیث حضور ﷺ کے والدین کے زندہ ہو کر ایمان لانے سے بہت پہلے کی ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کے والدین رضی اللہ عنہما کا زندہ ہو کر ایمان لانا یہ **"حجۃ الوداع"** کے موقع پر ہوا ہے (جو حضور ﷺ کے وصال سے چند ہی ماہ پہلے کا واقعہ ہے) اور حضور ﷺ کے مراتب و درجات ہمیشہ بڑھتے ہی رہے تو ہو سکتا ہے کہ پہلے حضور ﷺ کو خدا تعالیٰ نے یہ شرف نہیں عطا فرمایا تھا مگر بعد میں آپ ﷺ کو اس سے سرفراز فرمادیا کہ آپ کے والدین رضی اللہ عنہما کو صاحب ایمان بنادیا۔ (روح البیان، سورۃ البقرۃ تحت الآیۃ:119، جلد 1، صفحہ 217)

قاضی امام ابو بکر ابن العربی مالکی سے سوال کیا گیا: ایک شخص کہتا ہے کہ حضور ﷺ کے آباء واجداد جہنم میں ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص ملعون ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: "اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ "

یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت میں ملعون کر دے گا۔(پارہ22، سورۃ الاحزاب، آیت:57)

حافظ شمس الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کو اپنے نعتیہ اشعار میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

حَبَا اللہُ النَّبِیَّ مَزِیْدَ فَضْلٍ عَلٰی فَضْلٍ وَّ کَانَ بِہٖ رَءُوْفًا

اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو فضل بالائے فضل سے بھی بڑھ کر فضیلت عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ ان پر بہت مہربان ہے۔

فَاَحْیَا اُمَّہٗ وَ کَذَا اَبَاہُ لِاِیْمَانٍ بِہٖ فَضْلًا لَّطِیْفًا

کیونکہ خدا تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ماں باپ کو حضور پر ایمان لانے کے لئے اپنے فضل لطیف سے زندہ فرما دیا۔

فَسَلِّمْ فَالْقَدِیْمُ بِہٖ قَدِیْرٌ وَاِنْ کَانَ الْحَدِیْثُ بِہٖ ضَعِیْفًا

تو تم اس بات کو مان لو کیونکہ خدا تعالیٰ اس بات پر قادر ہے اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

(روح البیان، سورۃ البقرۃ تحت الآیۃ:119، جلد1، صفحہ 217)

صاحب الاکلیل **حضرت علامہ شیخ عبد الحق مہاجر مدنی قدس** سرہ الغنی نے تحریر فرمایا کہ **علامہ ابن حجر ہیتمی** نے مشکوٰۃ کی شرح میں فرمایا:

"حضور ﷺ کے والدین رضی اللہ عنہما کو اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا، یہاں تک کہ وہ دونوں ایمان لائے اور پھر وفات پا گئے۔" یہ حدیث صحیح ہے اور جن محدثین نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے ان میں سے **امام قرطبی** اور شام کے **حافظ الحدیث ابن ناصر الدین** بھی ہیں اور اس میں طعن کرنا بے محل اور بے جا ہے، کیونکہ کرامات اور خصوصیات کی شان ہی یہ ہے کہ وہ قواعد اور عادات کے خلاف ہوا کرتی ہیں۔

چنانچہ حضور ﷺ کے والدین رضی اللہ عنہما کا موت کے بعد اٹھ کر ایمان لانا، یہ ایمان ان کے لئے نافع ہے حالانکہ دوسروں کے لئے یہ ایمان مفید نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے والدین رضی اللہ عنہما کو نسبتِ رسول کی وجہ سے جو کمال حاصل ہے وہ دوسروں کے لئے نہیں ہے اور حضور ﷺ کی حدیث **لیت شعری ما فعل ابوای** (کاش! مجھے خبر ہوتی کہ میرے والدین کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا) کے بارے میں **امام سیوطی** رحمۃ اللہ علیہ نے **"در منثور"** میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث مرسل اور ضعیف الاسناد ہے۔

(اکلیل علیٰ مدارک التنزیل جلد 2 صفحہ 10)

بہر کیف مندرجہ بالا اقتباسات جو معتبر کتابوں سے لئے گئے ہیں ان کو پڑھ لینے کے بعد حضور اقدس ﷺ کے ساتھ والہانہ عقیدت اور ایمانی محبت کا یہی تقاضا ہے کہ حضور ﷺ کے والدین رضی اللہ عنہما اور تمام آباء و اجداد بلکہ تمام رشتہ داروں کے ساتھ ادب و احترام کا التزام رکھا جائے۔ سوائے ان رشتہ داروں کے جن کا کافر اور جہنمی ہونا قرآن و حدیث سے یقینی طور پر ثابت ہے جیسے **"ابو لہب"** اور اس کی بیوی **"حمالۃ الحطب"** باقی تمام قرابت والوں کا ادب ملحوظ خاطر رکھنا لازم ہے کیونکہ جن لوگوں کو حضور ﷺ سے نسبت قرابت حاصل ہے ان کی بے ادبی

وگستاخی یقیناً حضور علیہ السلام کی ایذاوتکلیف کاباعث ہوگا اور آپ قرآن کا فرمان پڑھ چکے کہ جو لوگ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو ایذاء دیتے ہیں، وہ دنیاو آخرت میں ملعون ہیں۔

اس مسئلہ میں اعلیٰ حضرت مولانا شاہ **امام احمد رضا خاں** صاحب قبلہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک محققانہ رسالہ بھی ہے جس کا نام **''شمول الاسلام لاباء الکرام''** ہے۔ جس میں آپ نے نہایت ہی مفصل و مدلل طور پر یہ تحریر فرمایاہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے آباء واجداد موحد و مسلم ہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

درس نمبر 6

میلاد النبی ﷺ

یادرہے! انبیاء کرام علیہم السلام سے اعلانِ نبوت سے پہلے جو خلافِ عادت اور عقل کو حیرت میں ڈالنے والے واقعات صادر ہوتے ہیں ان کو شریعت کی اصطلاح میں **"ارہاص"** کہتے ہیں اور اعلانِ نبوت کے بعد انہی کو **"معجزہ"** کہا جاتا ہے۔ اس لئے جو واقعات حضور اکرم ﷺ کے اعلانِ نبوت سے پہلے ظاہر ہوئے **"ارہاص"** کہلاتے ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

(النبراس شرح شرح العقائد، اقسام الخارق سبعۃ، صفحہ 272، ملتقطا)

محدث ابو نعیم نے اپنی کتاب **"دلائل النبوۃ"** میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ جس رات حضور ﷺ کا نورِ نبوت حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی پشت اقدس سے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن مقدس میں منتقل ہوا، روئے زمین کے تمام چوپایوں، خصوصاً قریش کے جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے گویائی (بولنے کی طاقت) عطا فرمائی اور انہوں نے بزبانِ فصیح اعلان کیا کہ آج اللہ پاک کا وہ مقدس رسول شکم مادر میں جلوہ گر ہو گیا جس کے سر پر تمام دنیا کی امامت کا تاج ہے اور جو سارے عالم کو روشن کرنے والا چراغ ہے۔ مشرق کے جانوروں نے مغرب کے جانوروں کو بشارت (خوشخبری) دی۔ اسی طرح سمندروں اور دریاؤں کے جانوروں نے ایک دوسرے کو یہ خوشخبری سنائی کہ حضرت ابو القاسم ﷺ کی ولادت باسعادت کا وقت قریب آگیا۔

(المواہب اللدنیۃ، المقصد الاول، آیات حملہ، جلد 1، صفحہ 62)

خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی کہ حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب حضور اقدس ﷺ پیدا ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی بدلی آئی جس میں روشنی کے ساتھ گھوڑوں کے ہنہنانے اور پرندوں کے اُڑنے کی آواز تھی اور کچھ انسانوں کی بولیاں بھی سنائی دیں۔ پھر اچانک حضور ﷺ میرے سامنے سے غیب ہو گئے اور میں نے سنا کہ ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ محمد ﷺ کو مشرق و مغرب میں گشت کراؤ اور ان کو سمندروں کی سیر کراؤ تاکہ تمام کائنات کو ان کا نام، حلیہ اور صفت معلوم ہو جائے اور ان کو تمام جاندار مخلوق یعنی جن و انس، ملائکہ اور چرندوں و پرندوں کے سامنے پیش کرو اور انہیں حضرت آدم کی

صورت، حضرت شیث کی معرفت، حضرت نوح کی شجاعت، حضرت ابراہیم کی خلت، حضرت اسمٰعیل کی زبان، حضرت اسحٰق کی رضا، حضرت صالح کی فصاحت، حضرت لوط کی حکمت، حضرت یعقوب کی بشارت، حضرت موسیٰ کی شدت، حضرت ایوب کا صبر، حضرت یونس کی طاعت، حضرت یوشع کا جہاد، حضرت داؤد کی آواز، حضرت دانیال کی محبت، حضرت الیاس کا وقار، حضرت یحییٰ کی عصمت، حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا زہد عطا کر کے ان کو تمام پیغمبروں کے کمالات اور اخلاق حسنہ سے مزین کر دو۔

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، ولادتہ...الخ، جلد 1، صفحہ 212)

اس کے بعد وہ بادل چھٹ گیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ آپ ریشم کے سبز کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں اور اس کپڑے سے پانی ٹپک رہا ہے اور کوئی منادی اعلان کر رہا ہے کہ واہ وا! کیا خوب محمد ﷺ کو تمام دنیا پر قبضہ دے دیا گیا اور کائناتِ عالم کی کوئی چیز باقی نہ رہی جو ان کے قبضۂ اقتدار و غلبۂ اطاعت میں نہ ہو۔ اب میں نے چہرۂ انور کو دیکھا تو چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا اور بدن سے پاکیزہ مشک کی خوشبو آ رہی تھی پھر تین شخص نظر آئے، ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا، دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت، تیسرے کے ہاتھ میں ایک چمک دار انگوٹھی تھی۔ انگوٹھی کو سات مرتبہ دھو کر اس نے حضور ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت لگادی، پھر حضور ﷺ کو ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر اٹھایا اور ایک لمحہ کے بعد مجھے سپرد کر دیا۔ (المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، ولادتہ...الخ، جلد 1، صفحہ 215)

حضور اقدس ﷺ کی تاریخ پیدائش میں اختلاف ہے۔ مگر قول مشہور یہی ہے کہ واقعہ **"اصحاب فیل"** سے پچپن دن کے بعد **12 ربیع الاول مطابق 20 اپریل 571ء ولادت باسعادت** کی تاریخ ہے۔ اہل مکہ کا بھی اسی پر عملدرآمد ہے کہ وہ لوگ بارہویں ربیع الاول ہی کو کاشانۂ نبوت کی زیارت کے لئے جاتے ہیں اور وہاں میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ (مدارج النبوت، قسم دوم، باب اول، جلد 2، صفحہ 14 ملخصًا)

مصطفی کریم ﷺ پاکیزہ بدن، ناف بُریدہ، ختنہ کئے ہوئے، خوشبو میں بسے ہوئے بحالت سجدہ، مکہ مکرمہ کی مقدس سرزمین میں اپنے والد ماجد کے مکان کے اندر پیدا ہوئے، باپ کہاں تھے، جو بلائے جاتے وہ تو پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔ دادا بلائے گئے جو اس وقت طوافِ کعبہ میں مشغول تھے۔ یہ خوشخبری سن کر دادا **"عبد المطلب"** اپنے گھر آئے اور جوشِ محبت میں اپنے پوتے کو سینے سے لگا لیا۔ پھر کعبہ میں لے جا کر خیر و برکت کی دعا مانگی اور **"محمد"** نام رکھا۔ (المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، ولادتہ...الخ، جلد 1، صفحہ 232)

آپ ﷺ کے چچا ابو لہب کی لونڈی **"ثویبہ"** خوشی میں دوڑتی ہوئی گئی اور **"ابو لہب"** کو بھتیجے کی خوشخبری دی، اس نے خوشی میں شہادت کی انگلی کے اشارہ سے **"ثویبہ"** کو آزاد کر دیا جس کا فائدہ ابو لہب کو یہ ملا کہ اس کی موت کے بعد اس کے گھر والوں نے اسے خواب میں دیکھا اور حال پوچھا، تو اس نے اپنی انگلی اٹھا کر کہا کہ تم لوگوں سے جدا ہونے کے بعد مجھے کچھ (کھانے پینے) کو نہیں ملا سوائے اس کے کہ **"ثویبہ"** کو آزاد کرنے کی وجہ سے اس انگلی کے ذریعہ کچھ پانی پلا دیا جاتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب وامہاتکم اللاتی ارضعنکم، الحدیث: 5101، جلد 3، صفحہ 432)

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم...الخ، جلد 1، صفحہ 259)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس جگہ میلاد کرنے والوں کے لئے ایک سند ہے کہ یہ آپ ﷺ کی شبِ ولادت میں خوشی مناتے ہیں اور اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب ابو لہب، جو کافر تھا اور اس کی مذمت میں قرآن میں نازل ہوئی، حضور ﷺ کی ولادت پر خوشی منانے، اور باندی کا دودھ خرچ کرنے پر جزا دیا گیا تو اس مسلمان کا کیا حال ہو گا جو آپ ﷺ کی محبت میں سرشار ہو کر خوشی مناتا ہے اور اپنا مال خرچ کرتا ہے۔

(مدارج النبوت، قسم دوم باب اول، ذکر نسب و حمل وولادت...الخ، جلد2، صفحہ19)

درس نمبر7

بچپن شریف

سب سے پہلے حضور ﷺ نے ابو لہب کی لونڈی **"حضرت ثویبہ"** کا دودھ نوش فرمایا پھر اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے دودھ سے سیراب ہوتے رہے، پھر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ کو اپنے ساتھ لے گئیں اور اپنے قبیلہ میں رکھ کر آپ کو دودھ پلاتی رہیں اور انہیں کے پاس آپ ﷺ کے دودھ پینے کا زمانہ گزرا۔ (مدارج النبوت، قسم دوم، باب اول، جلد2، صفحہ19، 18ملخصًا)

جب آپ ﷺ کچھ بڑے ہوئے تو گھر سے باہر نکلتے اور دوسرے لڑکوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے مگر خود ہمیشہ ہر قسم کے کھیل کود سے علیحدہ رہتے۔ (شرح الزرقانی علی المواھب، من خصائصہ ﷺ، جلد1، صفحہ278ماخوذا)

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ **"الم نشرح"** کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ چار مرتبہ آپ ﷺ کا مقدس سینہ چاک کیا گیا اور اس میں نور و حکمت کے انوار بھرے گئے۔

پہلی مرتبہ جب آپ ﷺ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ حضور ﷺ ان وسوسوں اور خیالات سے محفوظ رہیں جن میں بچے مبتلا ہو کر کھیل کود اور شرارتوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ **دوسری بار** دس برس کی عمر میں ہوا تاکہ جوانی کی شہوتوں کے سے آپ بے خوف ہو جائیں۔ **تیسری بار** غارِ حرا میں شق صدر ہوا اور آپ ﷺ کے قلب میں نور بھر دیا گیا تاکہ آپ وحی الٰہی کے عظیم اور بھاری بوجھ کو برداشت کر سکیں۔ **چوتھی مرتبہ** معراج کی رات آپ ﷺ کا مبارک سینہ چاک کر کے نور و حکمت کے خزانوں سے بھر دیا گیا، تاکہ آپ کے قلب مبارک میں اتنی طاقت و صلاحیت پیدا ہو جائے کہ آپ دیدار الٰہی کی تجلیوں، اور کلام ربانی کی ہیبتوں اور عظمتوں کے متحمل ہو سکیں۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات

حضور اقدس ﷺ کی عمر شریف جب چھ برس کی ہو گئی تو آپ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ آپ کے دادا کے ننھیال بنو عدی بن نجار میں رشتہ داروں کی ملاقات یا اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے گئیں۔ حضور ﷺ کے والد ماجد کی باندی امِ ایمن بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ تھیں وہاں سے واپسی پر **"ابواء"** نامی گاؤں میں حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی اور وہ وہیں دفن ہوئیں۔ والد ماجد کا سایہ تو ولادت سے پہلے ہی اٹھ چکا تھا اب والدہ ماجدہ کی شفقت کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ لیکن حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کا یہ دُرِ یتیم جس آغوشِ رحمت میں پرورش پا کر پروان چڑھنے والا ہے وہ ان سب ظاہری اسبابِ تربیت سے بے نیاز ہے۔

(المواہب اللدنیۃ، ذکر رضاعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، جلد ۱، صفحہ ۸۸ ملخصًا)

حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت امِ ایمن رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ لائیں اور آپ کے دادا عبد المطلب کے سپرد کیا اور دادا نے آپ کی انتہائی شفقت و محبت کے ساتھ پرورش کی اور حضرت امِ ایمن رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت کرتی رہیں۔ جب آپ ﷺ کی عمر شریف آٹھ سال ہوئی تو آپ کے دادا عبد المطلب کا بھی انتقال ہو گیا۔

(شرح الزرقانی علی المواھب، ذکر وفاۃ امہ... الخ، جلد ۱، صفحہ ۳۵۳)

عبد المطلب کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے آپ کو اپنی آغوشِ تربیت میں لیا اور حضور ﷺ کی نیک خصلتوں اور دل لُبھا دینے والی بچپن کی پیاری پیاری اداؤں نے ابو طالب کو آپ ﷺ کا ایسا گرویدہ بنا دیا کہ مکان کے اندر اور باہر ہر وقت آپ کو اپنے ساتھ رکھتے۔ اپنے ساتھ کھلاتے پلاتے، اپنے پاس ہی آپ کا بستر بچھاتے اور ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے تھے۔

(شرح الزرقانی علی المواھب، ذکر وفاۃ امہ... الخ، جلد ۱، صفحہ ۳۵۴)

ابو طالب کا بیان ہے کہ میں نے کبھی بھی نہیں دیکھا کہ حضور ﷺ کوئی جھوٹ بولے ہوں یا کبھی کسی کو دھوکہ دیا ہو، یا کبھی کسی کو کوئی تکلیف پہنچائی ہو، یا بیہودہ لڑکوں کے پاس کھیلنے کے لئے گئے ہوں یا کبھی کوئی بیہودہ بات کی ہو۔ ہمیشہ انتہائی خوش اخلاق، نیک اطوار، نرم گفتار، بلند کردار اور اعلیٰ درجہ کے پارسا اور پرہیز گار رہے۔

حضور اقدس ﷺ کا بہت ہی عظیم الشان معجزہ یہ ہے کہ دنیا میں کسی نے بھی آپ کو نہیں پڑھایا لکھایا۔ مگر خدا تعالیٰ نے آپ کو اس قدر علم عطا فرمایا کہ آپ کا سینہ اولین و آخرین کے علوم و معارف سے بھر گیا۔ اور آپ پر ایسی کتاب نازل ہوئی جس کی شان " تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ " (جس میں ہر ہر چیز کا روشن بیان) ہے۔

ظاہر ہے کہ جس کا استاد اور تعلیم دینے والا خود خالقِ کائنات ہو بھلا اس کو کسی اور استاد سے تعلیم حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہو گی؟

حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے نکاح

حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا مال و دولت کے ساتھ انتہائی شریف اور عفت مآب خاتون تھیں۔ اہل مکہ ان کی پاک دامنی اور پارسائی کی وجہ سے ان کو طاہرہ (پاکباز) کہا کرتے تھے۔ ان کی عمر چالیس سال کی ہو چکی تھی پہلے ان کا نکاح "**ابوہالہ بن زرارہ تمیمی**" سے ہوا تھا اور ان سے دو لڑکے "**ہند بن ابوہالہ**" اور "**ہالہ بن ابوہالہ**" پیدا ہو چکے تھے۔ پھر ابوہالہ کے انتقال کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دوسرا نکاح "**عتیق بن عابد مخزومی**" سے کیا۔ ان سے بھی دو اولاد ہوئی، ایک لڑکا "**عبداللہ بن عتیق**" اور ایک لڑکی "**ہند بنت عتیق**"۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دوسرے شوہر "**عتیق**" کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔ بڑے بڑے سرداران قریش ان کے ساتھ عقد نکاح کے خواہش مند تھے لیکن انہوں نے سب پیغاموں کو ٹھکرا دیا۔ مگر حضور اقدس ﷺ کے پیغمبرانہ اخلاق و عادات کو دیکھ کر اور آپ ﷺ کے حیرت انگیز حالات کو سن کر یہاں تک ان کا دل آپ کی طرف مائل ہو گیا کہ خود بخود ان کے قلب میں آپ سے نکاح کی رغبت پیدا ہو گئی۔ کہاں تو بڑے بڑے مالداروں اور شہر مکہ کے سرداروں کے پیغاموں کو رد کر چکی تھیں اور یہ طے کر چکی تھیں کہ اب چالیس برس کی عمر میں تیسرا نکاح نہیں کروں گی اور کہاں خود ہی حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو بلایا جو ان کے بھائی عوام بن خویلد کی بیوی تھیں۔ ان سے حضور ﷺ کے کچھ ذاتی حالات کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیں پھر "**نفیسہ بنت امیہ**" کے ذریعہ خود ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔ مشہور امام سیرت **محمد بن اسحٰق** نے لکھا ہے کہ اس رشتہ کو پسند کرنے کی جو وجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خود حضور ﷺ سے بیان کی ہے وہ خود ان کے الفاظ میں یہ ہے۔ "**اِنِّیْ قَدْ رَغِبْتُ فِیْکَ لِحُسْنِ خُلُقِکَ وَ صِدْقِ حَدِیْثِکَ**"

یعنی میں نے آپ ﷺ کے اچھے اخلاق اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچائی کی وجہ سے آپ کو پسند کیا۔

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، تزوجہ علیہ السلام من خدیجۃ، جلد ۱، صفحہ ۳۷۰-۳۷۴ مختصراً)

حضور ﷺ نے اس رشتہ کو اپنے چچا ابو طالب اور خاندان کے دوسرے بڑے بوڑھوں کے سامنے پیش فرمایا۔ بھلا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی پاک دامن شریف، عقلمند اور مالدار عورت سے شادی کرنے کو کون نہ کہتا؟ سارے خاندان والوں نے نہایت خوشی کے ساتھ اس رشتہ کو منظور کر لیا۔ اور نکاح کی تاریخ مقرر ہوئی اور حضور ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو طالب وغیرہ اپنے چچاؤں اور خاندان کے دوسرے افراد اور شرفاء بنی ہاشم و سرداران مضر کو اپنی برات میں لے کر حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے اور نکاح ہوا۔ اس نکاح کے وقت ابو طالب نے نہایت ہی فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ اس خطبہ سے بہت اچھی طرح اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ اعلانِ نبوت سے پہلے آپ کے خاندانی بڑے بوڑھوں کا آپ ﷺ کے متعلق کیسا خیال تھا اور آپ کے اخلاق و عادات نے ان لوگوں پر کیسا اثر ڈالا تھا۔ (المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، تزوجہ علیہ السلام من خدیجۃ، جلد ۱، صفحہ ۳۷۶ مختصراً)

غرض حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا نکاح ہو گیا اور حضور محبوب خدا ﷺ کا خانہ معیشت ازدواجی زندگی کے ساتھ آباد ہو گیا۔ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا تقریباً 25 سال تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں رہیں اور ان کی زندگی میں حضور ﷺ نے کوئی دوسرا نکاح نہیں فرمایا اور حضور ﷺ کے ایک صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سوا باقی آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی سے پیدا ہوئی۔ جن کا تفصیلی بیان آگے آئے گا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ساری دولت حضور ﷺ کے قدموں پر قربان کر دی اور اپنی تمام عمر حضور ﷺ کی غمگساری اور خدمت میں نثار کر دی جن کی تفصیل آگے آئے گی۔

اعلان نبوت سے پہلے کے دوست

اعلانِ نبوت سے قبل جو لوگ حضور ﷺ کے مخصوص دوست تھے وہ سب نہایت ہی بلند اخلاق، عالی مرتبہ، ہوش مند اور باوقار لوگ تھے۔ ان میں سب سے زیادہ مقرب **حضرت ابو بکر صدیق** رضی اللہ عنہ تھے جو برسوں آپ ﷺ کے ساتھ وطن اور سفر میں رہے۔ اور تجارت نیز دوسرے کاروباری معاملات میں ہمیشہ آپ ﷺ کے شریک اور راز دار رہے۔ اسی طرح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی **حضرت حکیم بن حزام** رضی اللہ عنہ جو قریش کے نہایت ہی معزز رئیس تھے اور ان کی ایک خاص فضیلت یہ ہے کہ ان کی پیدائش خانہ کعبہ کے اندر ہوئی تھی، یہ بھی حضور ﷺ کے خصوصی دوست تھے۔ (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، حکیم بن حزام، جلد ۲، صفحہ ۵۸ مختصراً)

حضرت ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ جو زمانہ جاہلیت میں طبابت (ڈاکٹری) کا پیشہ کرتے تھے یہ بھی احباب خاص میں سے تھے۔ حضور ﷺ کے اعلانِ نبوت کے بعد یہ اپنے گاؤں سے مکہ آئے تو کفار قریش کی زبانی یہ پروپیگنڈا سنا کہ (معاذاللہ) محمد ﷺ مجنون (پاگل) ہو گئے ہیں۔ پھر یہ دیکھا کہ حضور ﷺ راستہ میں تشریف لے جا رہے ہیں اور آپ ﷺ کے پیچھے لڑکوں کا ایک غول ہے جو شور مچا رہا ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو کچھ شبہ پیدا ہوا اور پرانی دوستی کی بنا پر ان کو انتہائی رنج و قلق ہوا۔ چنانچہ یہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے محمد ﷺ میں طبیب (ڈاکٹر) ہوں اور جنون (پاگل پن) کا علاج کر سکتا ہوں۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے خدا کی حمد و ثنا کے بعد چند جملے ارشاد فرمائے جن کا حضرت ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے دل پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ وہ فوراً ہی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الفضائل والشمائل، باب علامات النبوۃ، الفصل الاول، الحدیث: ۵۸۶۰، جلد ۲، صفحہ ۳۷۴)

حضرت قیس بن سائب مخزومی رضی اللہ عنہ تجارت کے کاروبار میں آپ ﷺ کے شریک کار رہا کرتے تھے اور آپ ﷺ کے گہرے دوستوں میں سے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کا معاملہ اپنے تجارتی شرکا کے ساتھ ہمیشہ نہایت ہی صاف ستھرا رہتا تھا اور کبھی کوئی جھگڑا پیش نہیں آتا تھا۔ (الاستیعاب، حرف القاف، جلد ۳، صفحہ ۳۴۹)

درس نمبر9

کاروباری مصروفیات

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اصل خاندانی پیشہ تجارت تھا اور چونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بچپن ہی میں ابو طالب کے ساتھ کئی بار تجارتی سفر فرما چکے تھے۔ جس سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تجارتی لین دین کا کافی تجربہ بھی حاصل ہو چکا تھا۔ اس لئے ذریعہ معاش کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجارت کا پیشہ اختیار فرمایا۔ اور تجارت کی غرض سے شام وبصریٰ اور یمن کا سفر فرمایا۔ اور ایسی راست بازی اور امانت و دیانت کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجارتی کاروبار کیا کہ آپ کے شرکاء کار اور تمام اہل بازار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو **"امین"** (امانت دار) کے لقب سے پکارنے لگے۔

ایک کامیاب تاجر کے لئے امانت، سچائی، وعدہ کی پابندی، خوش اخلاقی تجارت کی جان ہیں۔ ان خصوصیات میں مکہ کے تاجر امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو تاریخی شاہکار پیش کیا ہے اس کی مثال تاریخ عالم میں نادرروز گار ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ نزول وحی اور اعلانِ نبوت سے پہلے میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ خرید و فروخت کا معاملہ کیا۔ کچھ رقم میں نے ادا کر دی، کچھ باقی رہ گئی تھی۔ میں نے وعدہ کیا کہ میں ابھی ابھی آکر باقی رقم بھی ادا کر دوں گا۔ اتفاق سے تین دن تک مجھے اپنا وعدہ یاد نہیں آیا۔ تیسرے دن جب میں اس جگہ پہنچا جہاں میں نے آنے کا وعدہ کیا تھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی جگہ منتظر پایا۔ مگر میری اس وعدہ خلافی سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماتھے پر ذرا برابر بھی بل نہیں آیا۔ بس صرف اتنا ہی فرمایا کہ تم کہاں تھے؟ میں اس مقام پر تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی العدۃ، الحدیث:۴۹۹۶، ج۴، ص۳۸۸)

اسی طرح ایک صحابی حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسلمان ہو کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو لوگ ان کی تعریف کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں انہیں تمہاری نسبت زیادہ جانتا ہوں۔ حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں عرض گزار ہوا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فدا ہوں آپ نے سچ فرمایا، اعلان نبوت سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے شریک تجارت تھے اور کیا ہی اچھے شریک تھے، آپ نے کبھی لڑائی جھگڑا نہیں کیا تھا۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی کراہیۃ المرائ، الحدیث ۴۸۳۶، ج۴، ص ۳۴۲)

الغرض نزول وحی اور اعلانِ نبوت سے پہلے بھی آپ ﷺ کی مقدس زندگی اخلاق حسنہ اور تمام عیوب و نقائص سے پاک وصاف رہی۔ چنانچہ اعلانِ نبوت کے بعد آپ ﷺ کے دشمنوں نے انتہائی کوشش کی کہ کوئی ادنیٰ سا عیب، یا ذرا سی غلط بات آپ ﷺ کی زندگی میں مل جائے تو اسے اچھال کر آپ ﷺ کے وقار پر حملہ کر کے لوگوں کی نگاہوں میں آپ کو ذلیل وخوار کر دیں۔ مگر تاریخ گواہ ہے کہ ہزاروں دشمن سوچتے سوچتے تھک گئے لیکن کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں مل سکا جس سے وہ آپ ﷺ پر انگلی اٹھانے کی ہمت کر سکیں۔ وللہ الحمد

درس نمبر 10

پہلی وحی

مکہ مکرمہ سے تقریباً تین میل کی دوری پر **"جبل حراء"** نامی پہاڑ کے اُوپر ایک غار ہے جس کو **"غار حراء"** کہتے ہیں آپ ﷺ اکثر کئی دنوں کا کھانا پانی ساتھ لے کر اس غار کے پر سکون ماحول کے اندر خدا کی عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ جب کھانا پانی ختم ہو جاتا تو کبھی خود گھر پر آکر لے جاتے اور کبھی حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کھانا پانی غار میں پہنچا دیا کرتی تھیں۔ آج بھی یہ نورانی غار اپنی اصلی حالت میں موجود اور زیارت گاہ خلائق ہے۔

(ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، کتاب کیف کان بدء الوحی...الخ، باب ۳، تحت الحدیث:۳، ج ۱، ص ۱۰۵۔۱۰۷ ملتقطاً و ملخصًا)

ایک دن آپ ﷺ **"غار حراء"** کے اندر عبادت میں مشغول تھے کہ اچانک غار میں آپ ﷺ کے پاس ایک فرشتہ ظاہر ہوا۔ (یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے جو ہمیشہ خدا تعالیٰ کا پیغام رسولوں تک پہنچاتے رہے ہیں) فرشتے نے ایک دم کہا کہ **"پڑھیئے"** آپ ﷺ نے فرمایا کہ **"میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔"** فرشتے نے آپ ﷺ کو پکڑا اور نہایت گرم جوشی کے ساتھ آپ ﷺ کو زور سے گلے لگا کر چھوڑا اور کہا کہ **"پڑھیئے"** آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ **"میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔"** فرشتے نے دوسری مرتبہ پھر آپ ﷺ کو اپنے سینے سے چمٹایا اور چھوڑ کر کہا کہ **"پڑھیئے"** آپ ﷺ نے پھر وہی فرمایا کہ **"میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔"** تیسری مرتبہ پھر فرشتے نے آپ ﷺ کو بہت زور کے ساتھ اپنے سینے سے لگا کر چھوڑا اور کہا کہ " اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ﴿۵﴾"

ترجمہ کنز الایمان: پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔ (پارہ ۳۰، سورۃ العلق، آیت: ۱۔۵)

یہی سب سے پہلی وحی تھی جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی۔ ان آیتوں کو یاد کر کے حضور اقدس ﷺ اپنے گھر تشریف لائے۔ مگر اس واقعہ سے جو اچانک آپ ﷺ کو پیش آیا اس سے آپ ﷺ کے مبارک دل پر خوف طاری تھا۔ آپ ﷺ نے گھر والوں سے فرمایا کہ مجھے کملی اڑھاؤ۔ مجھے کملی اڑھاؤ۔ جب آپ ﷺ کا خوف دور ہوا اور کچھ سکون ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے غار میں پیش آنے والا واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ **"مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔"** یہ سن کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نہیں، ہرگز نہیں۔ آپ ﷺ کی جان کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کبھی بھی آپ ﷺ کو رسوا نہیں کریگا۔ آپ ﷺ تو رشتہ داروں کے ساتھ بہترین سلوک کرتے، دوسروں کا بوجھ خود اٹھاتے، خود کما کر محتاجوں کو عطا فرماتے، مہمان نوازی کرتے اور حق و انصاف کی خاطر سب کی مصیبتوں اور مشکلات میں کام آتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو اپنے چچازاد بھائی **"ورقہ بن نوفل"** کے پاس لے گئیں۔ ورقہ ان لوگوں میں سے تھے جو **"مُوَحِد"** تھے اور اہل مکہ کے شرک وبت پرستی سے بیزار ہو کر **"نصرانی"** ہو گئے تھے اور انجیل کا عبرانی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا کرتے تھے۔ بہت بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ بھائی جان! آپ اپنے بھتیجے کی بات سنیے۔ ورقہ بن نوفل نے کہا کہ بتایئے۔ آپ نے کیا دیکھا ہے؟ حضور ﷺ نے غار حراء کا پورا واقعہ بیان فرمایا۔ یہ سن کر ورقہ بن نوفل نے کہا کہ یہ تو وہی فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا۔ پھر ورقہ بن نوفل کہنے لگے کہ کاش! میں آپ ﷺ کے اعلانِ نبوت کے زمانے میں تندرست جوان ہوتا۔ کاش! میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو مکہ سے باہر نکالے گی۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے (تعجب سے) فرمایا کہ کیا مکہ والے مجھے مکہ سے نکال دیں گے تو ورقہ نے کہا جی ہاں! جو شخص بھی آپ ﷺ کی طرح نبوت لے کر آیا لوگ اس کے ساتھ دشمنی پر کمربستہ ہو گئے۔

اس کے بعد کچھ دنوں تک وحی اترنے کا سلسلہ بند ہو گیا اور حضور ﷺ وحی کے انتظار میں بے قرار رہنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک دن حضور ﷺ کہیں گھر سے باہر تشریف لے جا رہے تھے کہ کسی نے **"یا محمد"** کہہ کر پکارا۔ آپ ﷺ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ (حضرت جبریل علیہ السلام) جو غار میں آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر آپ ﷺ کے قلب مبارک میں ایک خوف کی کیفیت پیدا ہو گئی اور آپ ﷺ مکان پر آکر لیٹ گئے اور گھر والوں سے فرمایا کہ مجھے کمبل اڑھاؤ۔ مجھے کمبل اڑھاؤ۔ چنانچہ آپ ﷺ کمبل اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے کہ ناگہاں آپ ﷺ پر سورہ **"مدثر"** کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور رب تعالیٰ کا فرمان اتر پڑا کہ "يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ﴿۲﴾ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴿۳﴾ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿۴﴾ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴿۵﴾"

یعنی اے چادر اوڑھنے والے کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور بتوں سے دور رہو۔

(پارہ ۲۹، سورۃ المدثر: ۱۔۵)(صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب ۳، الحدیث: ۳، ۴، ج ۱، ص ۷)

ان آیات کے نزول کے بعد حضور ﷺ کو خدا تعالیٰ نے دعوتِ اسلام کے منصب پر مامور فرما دیا اور آپ خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق دعوت حق اور تبلیغ اسلام کے لئے کمربستہ ہو گئے۔

دعوتِ اسلام کے لئے تین دور

پہلا دور

تین برس تک حضورِ اقدس ﷺ انتہائی پوشیدہ طور پر نہایت رازداری کے ساتھ تبلیغ اسلام کا فرض ادا فرماتے رہے اور اس درمیان میں عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور لڑکوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں سب سے پہلے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت و تبلیغ سے حضرت عثمان، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم بھی جلد ہی دامن اسلام میں آگئے۔ پھر چند دنوں کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، حضرت ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد، حضرت ارقم بن ابوارقم، حضرت عثمان بن مظعون اور ان کے دونوں بھائی حضرت قدامہ اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہم بھی اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر کچھ مدت کے بعد حضرت ابو ذر غفاری و حضرت صہیب رومی، حضرت عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلب، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اور ان کی بیوی فاطمہ بنت الخطاب حضرت عمر کی بہن رضی اللہ عنہم نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اور حضور ﷺ کی چچی حضرت ام الفضل حضرت عباس بن عبد المطلب کی بیوی اور حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہم بھی مسلمان ہو گئیں۔ ان کے علاوہ دوسرے بہت سے مردوں اور عورتوں نے بھی اسلام لانے کا شرف حاصل کر لیا۔

(المواہب اللدنیۃ، دقائق حقائق بعثتہ، ج۱، ص۱۱۵،۱۱۶)

(شرح الزرقانی علی المواھب، ذکر اول من آمن باللہ ورسولہ، ج۱، ص۴۵۵،۴۶۰ ملتقطاً وملخصاً)

واضح رہے کہ سب سے پہلے اسلام لانے والے جو **"سابقین اولین"** کے لقب سے سرفراز ہیں ان خوش نصیبوں کی فہرست پر نظر ڈالنے سے پتا چلتاہے کہ سب سے پہلے دامن اسلام میں آنے والے وہی لوگ ہیں جو فطرۃً نیک طبع اور پہلے ہی سے دین حق کی تلاش میں تھے اور کفار مکہ کے شرک وبت پرستی اور مشرکانہ رسوم جاہلیت سے متنفر اور بیزار تھے۔ چنانچہ نبی برحق کے دامن میں دین حق کی تجلی دیکھتے ہی یہ نیک بخت لوگ پروانوں کی طرح شمع نبوت پر نثار ہونے لگے اور مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

دُوسرا دور

تین برس کی اس خفیہ دعوت اسلام میں مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہو گئی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ پر سورۂ **"شعراء"** کی آیت " وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴿۲۱۴﴾ (پارہ۱۹، الشعرآء:۲۱۴)

نازل فرمائی اور خدا تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اے محبوب! آپ اپنے قریبی خاندان والوں کو خدا سے ڈرایئے تو حضور ﷺ نے ایک دن کوہ صفا کی چوٹی پر چڑھ کر **"یامعشر قریش"** کہہ کر قبیلہ قریش کو پکارا۔ جب سب قریش جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر میں تم لوگوں

سے یہ کہہ دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر چھپا ہوا ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم لوگ میری بات کا یقین کرلو گے ؟ تو سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہاں! ہاں! ہم یقینا آپ ﷺ کی بات کا یقین کر لیں گے کیونکہ ہم نے آپ ﷺ کو ہمیشہ سچا اور امین ہی پایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا تو پھر میں یہ کہتا ہوں کہ میں تم لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرارہا ہوں اور اگر تم لوگ ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب الٰہی اتر پڑے گا۔ یہ سن کر تمام قریش جن میں آپ ﷺ کا چچا ابو لہب بھی تھا، سخت ناراض ہو کر سب کے سب چلے گئے اور حضور ﷺ کی شان میں اول فول بکنے لگے۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب ولا تخزنی...الخ، الحدیث:۴۷۷۰، ج۳، ص۲۹۴ بتغیر)

تیسرا دور

اب وہ وقت آگیا کہ اعلان نبوت کے چوتھے سال سورۂ حجر کی آیت "فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ "(پارہ۱۴، النحل:۹۴) نازل فرمائی اوراللہ جل شانہ نے یہ حکم فرمایا کہ اے محبوب! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو علی الاعلان بیان فرمایئے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ ﷺ اعلانیہ طور پر دین اسلام کی تبلیغ فرمانے لگے۔ اور شرک وبت پرستی کی کھلم کھلا برائی بیان فرمانے لگے۔ اور تمام قریش بلکہ تمام اہل مکہ بلکہ پورا عرب آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گیا۔ اور حضور ﷺ اور مسلمانوں کی ایذارسانیوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، الاجھار بدعوتہ، ج۱، ص۴۶۱،۴۶۲)

درس نمبر 12

رحمت عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ظلم وستم

کفارِ مکہ خاندان بنو ہاشم کے انتقام اور لڑائی بھڑک اٹھنے کے خوف سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو قتل تو نہیں کر سکے لیکن طرح طرح کی تکلیفوں اور ایذا رسانیوں سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ظلم وستم کا پہاڑ توڑنے لگے۔ چنانچہ سب سے پہلے تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے کاہن، ساحر (جادُوگر)، شاعر، مجنون (پاگل) ہونے کا ہر کوچہ و بازار میں زور دار پروپیگنڈہ کرنے لگے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پیچھے شریر لڑکوں کا غول لگا دیا جو راستوں میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر پھبتیاں کستے، گالیاں دیتے اور یہ دیوانہ ہے، یہ دیوانہ ہے، کا شور مچا مچا کر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اوپر پتھر پھینکتے۔ کبھی کفار مکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے راستوں میں کانٹے بچھاتے۔ کبھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جسم مبارک پر نجاست ڈال دیتے۔ کبھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دھکا دیتے۔ کبھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مقدس اور نازک گردن میں چادر کا پھندہ ڈال کر گلا گھونٹنے کی کوشش کرتے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک دم سنگدل کافر عقبہ بن ابی معیط نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے گلے میں چادر کا پھندہ ڈال کر اس زور سے کھینچا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا دم گھٹنے لگا۔ چنانچہ یہ منظر دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بے قرار ہو کر دوڑ پڑے اور عقبہ بن ابی معیط کو دھکا دے کر دفع کیا اور یہ کہا کہ کیا تم لوگ ایسے آدمی کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ **"میرا رب اللہ ہے۔"** اس دھکم دھکا میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کفار کو مارا بھی اور کفار کی مار بھی کھائی۔

(شرح الزرقانی علی المواھب، الاجھار بدعوتہ ام اذیتہ، ج۱، ص۴۶۸)

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مالقی النبی واصحابہ... الخ، الحدیث:۳۸۵۶، ج۲، ص۵۷۵)

کفار آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے معجزات اور روحانی تاثیرات و تصرفات کو دیکھ کر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو سب سے بڑا جادوگر کہتے۔ جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قرآن شریف کی تلاوت فرماتے تو یہ کفار قرآن اور قرآن کو لانے والے (جبریل) اور قرآن کو نازل فرمانے والے (اللہ تعالیٰ) کو اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو گالیاں دیتے۔ اور گلی کوچوں میں پہرہ بٹھا دیتے کہ قرآن کی آواز کسی کے کان میں نہ پڑنے پائے اور تالیاں پیٹ پیٹ کر اور سیٹیاں بجا بجا کر اس قدر شور و غل مچاتے کہ قرآن کی آواز کسی کو سنائی نہیں دیتی تھی۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب کہیں کسی عام مجمع میں یا کفار کے میلوں میں قرآن پڑھ کر سناتے یا دعوت ایمان کا وعظ فرماتے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا چچا ابو لہب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پیچھے چلا چلا کر کہتا جاتا تھا کہ اے لوگو! یہ میرا بھتیجا جھوٹا ہے، یہ دیوانہ ہو گیا ہے، تم لوگ اس کی کوئی بات نہ سنو۔ (معاذ اللہ)

ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم **"ذوالمجاز"** کے بازار میں دعوت اسلام کا وعظ فرمانے کے لئے تشریف لے گئے اور لوگوں کو کلمۂ حق کی دعوت دی تو ابو جہل آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر دھول اڑاتا جاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے لوگو! اس کے فریب میں مت آنا، یہ چاہتا ہے کہ تم لوگ لات و عزیٰ کی عبادت چھوڑ دو۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، احادیث رجال من اصحاب النبی، الحدیث:۲۳۲۵۲، ج۹، ص۶۲)

اسی طرح ایک مرتبہ جب کہ حضور ﷺ حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے عین حالتِ نماز میں ابو جہل نے کہا کہ کوئی ہے؟ جو آل فلاں کے ذبح کیے ہوئے اونٹ کی اوجھڑی لاکر سجدہ کی حالت میں ان کے کندھوں پر رکھ دے۔ یہ سن کر عقبہ بن ابی معیط کافر اٹھااور اس اوجھڑی کو لا کر حضور ﷺ کے دوش مبارک پر رکھ دیا۔ حضور ﷺ سجدہ میں تھے دیر تک اوجھڑی کندھے اور گردن پر پڑیرہی اور کفار ٹھٹھامار مار کر ہنستے رہے اور مارے ہنسی کے ایک دوسرے پر گر گر پڑتے رہے آخر حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا جو ان دنوں ابھی چھوٹی بچی تھی آئیں اور ان کافروں کو برا بھلا کہتے ہوئے اس اوجھڑی کو آپ ﷺ کے دوش مبارک سے ہٹا دیا۔ حضور ﷺ کے قلب مبارک پر قریش کی اس شرارت سے انتہائی صدمہ گزرا اور نماز سے فارغ ہو کر تین مرتبہ یہ دعا مانگی کہ "اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ بِقُرَیْشٍ "یعنی اے اللہ! تو قریش کو اپنی گرفت میں پکڑلے، پھر ابو جہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عمارہ بن ولید کا نام لے کر دعا مانگی کہ الٰہی! تو ان لوگوں کو اپنی گرفت میں لے لے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! میں نے ان سب کافروں کو جنگ بدر کے دن دیکھا کہ ان کی لاشیں زمین پر پڑی ہوئی ہیں۔ پھر ان سب کفار کی لاشوں کو نہایت ذلت کے ساتھ گھسیٹ کر بدر کے ایک گڑھے میں ڈال دیا گیااور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان گڑھے والوں پر خدا کی لعنت ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلٰوۃ، باب المرأۃ تطرح عن المصلی...الخ، الحدیث:۵۲۰، ج۱، ص۱۹۳)

درس نمبر13

مسلمانوں پر مظالم

حضور رحمت عالم ﷺ کے ساتھ ساتھ غریب مسلمانوں پر بھی کفار مکہ نے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے مگر خدا کی قسم! ان مستانوں میں سے ایک مسلمان کا بچہ بھی اسلام سے منہ پھیر کر کافر و مرتد نہیں ہوا۔

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ اس وقت اسلام لائے جب چند ہی آدمی مسلمان ہوئے تھے۔ قریش نے ان کو بے حد ستایا۔ یہاں تک کہ کوئلے کے انگاروں پر ان کو لٹایا اور ایک شخص ان کے سینے پر پاؤں رکھ کر کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ ان کی پیٹھ کی چربی پگھلنے سے کوئلے بجھ گئے ۔برسوں بعد جب حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کیا تو اپنی پیٹھ کھول کر دکھائی۔ پوری پیٹھ پر سفید سفید داغ دھبے پڑے ہوئے تھے۔ اس عبرت ناک منظر کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ زارو قطار رونے لگے۔

(الطبقات الکبری لابن سعد، خباب بن الارت رضی اللہ تعالٰی عنہ، ج۳، ص ۱۲۲، ۱۲۳)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کافر کے غلام تھے۔ ان کی گردن میں رسی باندھ کر بازار میں گھسیٹا جاتا تھا۔ ان کی پیٹھ پر لاٹھیاں برسائی جاتی تھیں اور دوپہر کے وقت تیز دھوپ میں گرم ریت پر لٹا کر بھاری پتھر چھاتی پر رکھ دیا جاتا جس سے زبان باہر نکل آتی۔ امیہ کافر کہتا کہ اسلام سے باز آ جاؤ ورنہ اسی طرح گھٹ گھٹ کر مر جاؤ گے۔ مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ زور زور سے **"اَحَد، اَحَد"** کا نعرہ لگاتے اور بلند آواز سے کہتے کہ خدا ایک ہے۔ خدا ایک ہے۔ (شرح الزرقانی علی المواھب، اسلام حمزۃ، ج۱، ص ۴۹۸)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو گرم گرم انگاروں پر لٹا کر کفار قریش اس قدر مارتے تھے کہ یہ بے ہوش ہو جاتے۔ ان کی والدہ حضرت سُمیہ رضی اللہ عنہا کو ابو جہل نے ناف کے نیچے نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یاسر رضی اللہ عنہ بھی کفار کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کو کفار مکہ طرح طرح کی اذیت دیتے اور ایسی ایسی مار دھاڑ کرتے کہ یہ گھنٹوں بے ہوش رہتے۔ جب یہ ہجرت کرنے لگے تو کفار مکہ نے کہا کہ تم اپنا سارا سامان یہاں چھوڑ کر مدینہ جا سکتے ہو۔ آپ خوشی خوشی دنیا کی دولت پر لات مار کر ایمان کی دولت کو ساتھ لے کر مدینہ چلے گئے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب، اسلام حمزۃ، ج۱، ص ۴۹۶۔۴۹۷ مختصراً)

حضرت ابوفکیہہ رضی اللہ عنہ صفوان بن امیہ کافر کے غلام تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی مسلمان ہوئے تھے۔ جب صفوان کو ان کے اسلام کا پتا چلا تو اس نے ان کے گلے میں رسی ڈال کر ان کو گھسیٹا اور گرم جلتی ہوئی زمین پر لٹا کر سینے پر وزنی پتھر رکھ دیا، اور امیہ کافر طعنہ مارتے ہوئے کہنے لگا **"دیکھ تیرا خدا یہی تو نہیں ہے۔"** حضرت ابوفکیہہ نے فرمایا کہ **"اے کافر کے بچے! خاموش میرا اور تیرا خدا اللہ ہے۔"** یہ سن کر امیہ کافر غضب ناک ہو گیا اور اس زور سے ان کا گلا گھونٹا کہ وہ بے ہوش ہو گئے اور لوگوں نے سمجھا کہ شاید یہ شہید ہو گئے ہیں۔

اسی طرح حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو بھی اس قدر مارا جاتا تھا کہ ان کے جسم کی بوٹی بوٹی درد مند ہو جاتی تھی۔

(السیرۃ الحلبیۃ، باب استخفائہ واصحابہ...الخ،ج۱،ص۴۲۴ مختصراً)

حضرت بی بی لبینہ رضی اللہ عنہا لونڈی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کفر کی حالت میں تھے اس لونڈی کو اس قدر مارتے کہ مارتے مارتے تھک جاتے مگر یہ اُف تک نہ کرتیں بلکہ نہایت جرأت کے ساتھ کہتیں کہ اے عمر! اگر تم خدا کے سچے رسول پر ایمان نہیں لاؤ گے تو خدا تم سے ضرور اس کا انتقام لے گا۔ (السیرۃ الحلبیۃ، باب استخفائہ واصحابہ...الخ،ج۱،ص۴۲۵)

حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھرانے کی باندی تھیں۔ یہ مسلمان ہو گئیں تو ان کو اس قدر کافروں نے مارا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔ مگر خدا تعالیٰ نے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعا سے پھر ان کی آنکھوں میں روشنی عطا فرمادی تو مشرکین کہنے لگے کہ یہ محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جادو کا اثر ہے۔ (شرح الزرقانی علی المواھب، اسلام حمزۃ،ج۱،ص۵۰۲)

حضرت **"نہدیہ"** اور حضرت ام عُبَیس رضی اللہ عنہما بھی باندیاں تھیں۔ اسلام لانے کے بعد کفار مکہ نے ان دونوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دے کر بے پناہ اذیتیں دیں مگر یہ اللہ والیاں صبر و شکر کے ساتھ ان بڑی بڑی مصیبتوں کو جھیلتی رہیں اور اسلام سے ان کے قدم نہیں ڈگمگائے۔ (شرح الزرقانی علی المواھب، اسلام حمزۃ،ج۱،ص۵۰۲)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان غریب مسلمانوں میں سے اکثر کی جان بچائی۔ آپ نے حضرت بلال و عامر بن فہیرہ و ابوفکیہہ و لبینہ و زنیرہ و نہدیہ و ام عنیس رضی اللہ عنہم کو بڑی بڑی رقمیں دے کر خرید ا اور سب کو آزاد کر دیا اور ان مظلوموں کو کافروں کی ایذاؤں سے بچا لیا۔ (شرح الزرقانی علی المواھب، اسلام حمزہ،ج۱،ص۵۰۲ والسیرۃ الحلبیۃ، باب استخفائہ واصحابہ...الخ،ج۱،ص۴۲۵)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو مکہ میں ایک مسافر کی حیثیت سے کئی دن تک حرم کعبہ میں رہے۔ یہ روزانہ زور زور سے چلا چلا کر اپنے اسلام کا اعلان کرتے اور روزانہ کفار قریش ان کو اس قدر مارتے کہ لہولہان ہو جاتے اور ان دنوں میں آب زمزم کے سوا ان کو کچھ بھی کھانے پینے کو نہیں ملا۔ (صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب اسلام ابی ذر رضی اللہ عنہ، الحدیث:۳۸۶۱،ج۲،ص۵۷۶)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ کے مالدار اور معزز افراد میں سے تھے، کفار قریش نے انہیں اس قدر مارا کہ ان کا سر خون سے لت پت ہو گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نہایت مالدار اور صاحب اقتدار تھے۔ جب یہ مسلمان ہوئے ان کے چچا نے انہیں رسیوں میں باندھ کر خوب مارا۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بڑے رعب اور دبدبہ کے آدمی تھے مگر انہوں نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے چچا ان کو چٹائی میں لپیٹ کر ان کی ناک میں دھواں دیتے جس سے ان کا دم گھٹنے لگتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی اور بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ رئیس تھے مگر جب ان کے اسلام کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتا چلا تو ان کو رسی میں باندھ کر مارا اور ساتھ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن حضرت بی بی فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ عنہا کو بھی اس زور سے تھپڑ مارا کہ ان کے چہرے پر خون بہہ نکلا۔

(شرح الزرقانی علی المواھب، اسلام عمر الفاروق رضی اللہ عنہ،ج۲،ص۵)

درس نمبر14

ہجرت حبشہ

کفار مکہ نے جب اپنے ظلم و ستم سے مسلمانوں پر جینا تنگ کر دیا تو حضور رحمت عالم ﷺ نے مسلمانوں کو **"حبشہ"** جا کر پناہ لینے کا حکم دیا۔
حبشہ کے بادشاہ کا نام **"اصحمہ"** اور لقب **"نجاشی"** تھا۔ عیسائی دین کا پابند تھا مگر بہت ہی انصاف پسند اور رحم دل تھا اور توراۃ وانجیل وغیرہ آسمانی کتابوں کا بہت ہی ماہر عالم تھا۔ اعلانِ نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ ان مہاجرین کرام کے مقدس نام حسب ذیل ہیں۔
(۱،۲) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی بیوی حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو حضور ﷺ کی صاحبزادی ہیں۔ (۳،۴) حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا کے ساتھ۔ (۵،۶) حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ۔ (۷،۸) حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ حضرت لیلٰی بنت ابی حشمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ۔ (۹) حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ۔ (۱۰) حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ۔ (۱۱) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ (۱۲) حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ۔ (۱۳) حضرت ابو سبرہ بن ابی رہم یا حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہما۔ (۱۴) حضرت سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ۔ (۱۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔
(شرح الزرقانی علی المواھب، الھجرۃ الاولی الی الحبشۃ، ج۱، ص۵۰۳،۵۰۶ ملخصًا)
کفار مکہ کو جب ان لوگوں کی ہجرت کا پتا چلا تو ان ظالموں نے ان لوگوں کی گرفتاری کے لئے ان کا پیچھا کیا لیکن یہ لوگ کشتی پر سوار ہو کر روانہ ہو چکے تھے۔ اس لئے کفار ناکام واپس لوٹے۔ یہ مہاجرین کا قافلہ حبشہ کی سرزمین میں اتر کر امن و امان کے ساتھ خدا کی عبادت میں مصروف ہو گیا۔ چند دنوں کے بعد اچانک یہ خبر پھیل گئی کہ کفار مکہ مسلمان ہو گئے۔ یہ خبر سن کر چند لوگ حبشہ سے مکہ لوٹ آئے مگر یہاں آ کر پتا چلا کہ یہ خبر غلط تھی۔ چنانچہ بعض لوگ تو پھر حبشہ چلے گئے مگر کچھ لوگ مکہ میں چھپ کر رہنے لگے لیکن کفار مکہ نے ان لوگوں کو ڈھونڈ نکالا اور ان لوگوں پر پہلے سے بھی زیادہ ظلم ڈھانے لگے تو حضور ﷺ نے پھر لوگوں کو حبشہ چلے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ حبشہ سے واپس آنے والے اور ان کے ساتھ دوسرے مظلوم مسلمان کل تراسی (83) مرد اور اٹھارہ عورتوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔
(شرح الزرقانی علی المواھب، الھجرۃ الاولی الی الحبشۃ، ج۱، ص۵۰۳،۵۰۶)
(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، الھجرۃ الثانیۃ الی الحبشۃ... الخ، ج۲، ص۳۱)
(شرح الزرقانی علی المواھب، باب دخول الشعب... الخ، ج۲، ص۱۶)
تمام مہاجرین نہایت امن و سکون کے ساتھ حبشہ میں رہنے لگے۔ مگر کفار مکہ کو کب گوارا تھا کہ فرزندان توحید کہیں امن و چین کے ساتھ رہ سکیں۔ ان ظالموں نے کچھ تحائف کے ساتھ **"عمرو بن العاص"** اور **"عمارہ بن ولید"** کو بادشاہ حبشہ کے دربار میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ ان دونوں

نے نجاشی کے دربار میں پہنچ کر تحفوں کا نذرانہ پیش کیا اور بادشاہ کو سجدہ کر کے یہ فریاد کرنے لگے کہ اے بادشاہ! ہمارے کچھ مجرم مکہ سے بھاگ کر آپ کے ملک میں آ گئے ہیں۔ آپ ہمارے ان مجرموں کو ہمارے حوالہ کر دیجیے۔ مگر نجاشی بادشاہ (ساری تفصیلات جاننے کے بعد) جوشِ ایمانی میں سب کو ڈانٹ پھٹکار کر خاموش کر دیا۔ اور کفار مکہ کے تحفوں کو واپس لوٹا کر عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید کو دربار سے نکلوا دیا اور مسلمانوں سے کہہ دیا کہ تم لوگ میری سلطنت میں جہاں چاہو امن و سکون کے ساتھ آرام و چین کی زندگی بسر کرو۔ کوئی تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔ (المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، الھجرۃ الثانیۃ الی الحبشۃ...الخ، ج۲، ص۳۳)

واضح رہے کہ نجاشی بادشاہ مسلمان ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس کے انتقال پر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مدینہ منورہ میں اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ حالانکہ نجاشی بادشاہ کا انتقال حبشہ میں ہوا تھا اور وہ حبشہ ہی میں مدفون بھی ہوئے مگر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے غائبانہ ان کی نماز جنازہ پڑھ کر ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

درس نمبر 15

غم کا سال

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم **"شعب ابی طالب"** سے نکل کر اپنے گھر میں تشریف لائے اور چند ہی روز کفار قریش کے ظلم و ستم سے کچھ امان ملی تھی کہ آپ کے چچا ابو طالب بیمار ہو گئے اور گھاٹی سے باہر آنے کے آٹھ مہینے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت بی بی خدیجہ کی وفات

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قلب مبارک پر ابھی اپنے چچا ابو طالب کے انتقال کا زخم تازہ تھا کہ ابو طالب کی وفات کے تین دن یا پانچ دن بعد حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی انتقال فرما گئیں۔ مکہ میں ابو طالب کے بعد سب سے زیادہ جس ہستی نے رحمت عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نصرت و حمایت میں اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کیا وہ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ذات گرامی تھی۔ جس وقت دنیا میں کوئی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مخلص مشیر اور غمخوار نہیں تھا حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں کہ ہر پریشانی کے موقع پر پوری جاں نثاری کے ساتھ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی غمخواری اور دلداری کرتی رہتیں اس لئے چچا ابو طالب اور حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا دونوں کی وفات سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مددگار اور غمگسار دونوں ہی دنیا سے اٹھ گئے جس سے آپ کے قلب نازک پر اتنا عظیم صدمہ گزرا کہ آپ نے اس سال کا نام **"عام الحزن"** (غم کا سال) رکھ دیا۔ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رمضان 10ھ نبوی میں وفات پائی۔ بوقت وفات پینسٹھ برس کی عمر تھی۔ مقام حجون (قبرستان جنت المعلی) میں مدفون ہوئیں۔ حضور رحمت عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خود بہ نفس نفیس ان کی قبر میں اترے اور اپنے مقدس ہاتھوں سے انہیں زمین کے سپرد فرمایا۔ (شرح الزرقانی علی المواھب، وفاۃ خدیجۃ وابی طالب، ج۲، ص۴۸)

طائف کا سفر

مکہ والوں کے عناد اور سرکشی کو دیکھتے ہوئے جب حضور رحمت عالم ﷺ کو ان لوگوں کے ایمان لانے سے مایوسی نظر آئی تو آپ ﷺ نے تبلیغ اسلام کے لئے مکہ کے قرب و جوار کی بستیوں کا رُخ کیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے **"طائف"** کا بھی سفر فرمایا۔ اس سفر میں حضور ﷺ کے غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ طائف میں بڑے بڑے اُمراء اور مالدار لوگ رہتے تھے۔ ان رئیسوں میں **"عمرو"** کا خاندان تمام قبائل کا سردار شمار کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ تین بھائی تھے۔ عبد یا لیل۔ مسعود۔ حبیب۔ حضور ﷺ ان تینوں کے پاس تشریف لے گئے اور اسلام کی دعوت دی۔ ان تینوں نے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ انتہائی بیہودہ اور گستاخانہ جواب دیا۔ ان بد نصیبوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ طائف کے شریر غنڈوں کو ابھارا کہ یہ لوگ حضور ﷺ کے ساتھ برا سلوک کریں۔ چنانچہ لچوں لفنگوں کا یہ شریر گروہ ہر طرف سے آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑا اور یہ شرارتوں کے مجسمے آپ پر پتھر برسانے لگے یہاں تک کہ آپ کے مقدس پاؤں زخموں سے لہولہان ہو گئے۔ (شرح الزرقانی علی المواھب، وفاۃ خدیجۃ وابی طالب، ج ۲، ص ۵۰، ۵۱)

اور آپ کے موزے اور نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ جب آپ ﷺ زخموں سے بے تاب ہو کر بیٹھ جاتے تو یہ ظالم انتہائی بے دردی کے ساتھ آپ کا بازو پکڑ کر اٹھاتے اور جب آپ چلنے لگتے تو پھر آپ پر پتھروں کی بارش کرتے اور ساتھ ساتھ طعنہ زنی کرتے۔ گالیاں دیتے۔ تالیاں بجاتے۔ ہنسی اڑاتے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ دوڑ دوڑ کر حضور ﷺ پر آنے والے پتھروں کو اپنے بدن پر لیتے تھے اور حضور ﷺ کو بچاتے تھے یہاں تک کہ وہ بھی خون میں نہا گئے اور زخموں سے نڈھال ہو کر بے قابو ہو گئے۔ یہاں تک کہ آخر آپ ﷺ نے انگور کے ایک باغ میں پناہ لی۔ یہ باغ مکہ کے ایک مشہور کافر عتبہ بن ربیعہ کا تھا۔ حضور ﷺ کا یہ حال دیکھ کر عتبہ بن ربیعہ اور اس کے بھائی شیبہ بن ربیعہ کو آپ پر رحم آگیا اور کافر ہونے کے باوجود خاندانی حمیت نے جوش مارا۔ چنانچہ ان دونوں کافروں نے حضور ﷺ کو اپنے باغ میں ٹھہرایا اور اپنے نصرانی غلام **"عداس"** کے ہاتھ سے آپ کی خدمت میں انگور کا ایک خوشہ بھیجا۔ حضور ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر خوشہ کو ہاتھ لگایا تو عداس تعجب سے کہنے لگا کہ اس اطراف کے لوگ تو یہ کلمہ نہیں بولا کرتے حضور ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تمہارا وطن کہاں ہے؟ عداس نے کہا کہ میں **"شہر نینویٰ"** کا رہنے والا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ حضرت یونس بن متی علیہ السلام کا شہر ہے۔ وہ بھی میری طرح خدا تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ یہ سن کر عداس آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا اور فوراً ہی آپ کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

(المواہب اللدنیۃ، ھجرتہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱، ص ۱۳۶، ۱۳۷)

اسی سفر میں جب آپ ﷺ مقام **"نخلہ"** میں تشریف فرما ہوئے اور رات کو نماز تہجد میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے تو **"نصیبین"** کے جنوں کی ایک جماعت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور قرآن سن کر یہ سب جن مسلمان ہو گئے۔ پھر ان جنوں نے لوٹ کر اپنی قوم کو بتایا تو

مکہ مکرمہ میں جنوں کی جماعت نے فوج در فوج آکر اسلام قبول کیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں سورۂ جن کی ابتدائی آیتوں میں خداوند عالم نے اس واقعہ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ (المواہب اللدنیۃ، ھجرتہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱، ص۱۳۷،۱۳۸ ملتقطا)

درس نمبر16

مدینہ میں آفتاب رِسالت کی تجلیاں

"مدینہ منورہ" کا پرانا نام **"یثرب"** ہے۔ جب حضور ﷺ نے اس شہر میں سکونت فرمائی تو اس کا نام **"مدینۃ النبی"** (نبی کا شہر) پڑ گیا۔ پھر یہ نام مختصر ہو کر **"مدینہ"** مشہور ہو گیا۔ تاریخی حیثیت سے یہ بہت پرانا شہر ہے۔ حضور ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا تو اِس شہر میں عرب کے دو قبیلے **"اوس"** اور **"خزرج"** اور کچھ **"یہودی"** آباد تھے۔ اوس و خزرج کفارِ مکہ کی طرح **"بت پرست"** اور یہودی **"اہل کتاب"** تھے ۔اوس و خزرج پہلے تو بڑے اتفاق و اتحاد کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے مگر پھر عربوں کی فطرت کے مطابق اِن دونوں قبیلوں میں لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ یہاں تک کہ آخری لڑائی جو تاریخ عرب میں **"جنگ بعاث"** کے نام سے مشہور ہے اس قدر ہولناک اور خونریز ہوئی کہ اس لڑائی میں اوس و خزرج کے تقریباً تمام نامور بہادر لڑ بھڑ کر کٹ مر گئے اور یہ دونوں قبیلے بے حد کمزور ہو گئے۔ یہودی اگرچہ تعداد میں بہت کم تھے مگر چونکہ وہ تعلیم یافتہ تھے اس لئے اوس و خزرج ہمیشہ یہودیوں کی علمی برتری سے مرعوب اور ان کے زیر اثر رہتے تھے۔

اِسلام قبول کرنے کے بعد رسولِ رحمت ﷺ کی مقدس تعلیم و تربیت کی بدولت اوس و خزوج کے تمام پرانے اختلافات ختم ہو گئے اور یہ دونوں قبیلے شیر و شکر کی طرح مل جل کر رہنے لگے۔ اور چونکہ اِن لوگوں نے اسلام اور مسلمانوں کی اپنے تن من دھن سے بے پناہ امداد و نصرت کی اِس لئے حضور ﷺ نے ان خوش بختوں کو **"انصار"** کے معزز لقب سے سرفراز فرمادیا اور قرآن کریم نے بھی ان جاں نثاران اسلام کی نصرت رسول وامدادِ مسلمین پر ان خوش نصیبوں کی مدح و ثنا کا جابجا خطبہ پڑھا اور ازروئے شریعت انصار کی محبت اور ان کی جناب میں حسن عقیدت تمام اُمتِ مسلمہ کیلئے لازم الایمان اور واجب العمل قرار پائی۔

مدینہ میں اسلام کیسے پھیلا

انصار گو بت پرست تھے مگر یہودیوں کے میل جول سے اتنا جانتے تھے کہ نبی آخر الزمان کا ظہور ہونے والا ہے اور مدینہ کے یہودی اکثر انصار کے دونوں قبیلوں اوس و خزرج کو دھمکیاں بھی دیا کرتے تھے کہ نبی آخر الزمان کے ظہور کے وقت ہم ان کے لشکر میں شامل ہو کر تم بت پرستوں کو دنیا سے نیست و نابود کر ڈالیں گے۔ اس لئے نبی آخر الزمان کی تشریف آوری کا یہود اور انصار دونوں کو انتظار تھا۔

11 نبوی میں حضور ﷺ معمول کے مطابق حج میں آنے والے قبائل کو دعوت اسلام دینے کے لئے منیٰ کے میدان میں تشریف لے گئے اور قرآنِ مجید کی آیتیں سنا سنا کر لوگوں کے سامنے اسلام پیش فرمانے لگے۔ حضور ﷺ منیٰ میں عقبہ (گھاٹی) کے پاس جہاں آج **"مسجد**

العقبہ" ہے تشریف فرماتھے کہ قبیلۂ خزرج کے چھ آدمی آپ کے پاس آ گئے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان لوگوں سے ان کا نام و نسب پوچھا۔ پھر قرآن کی چند آیتیں سنا کر ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جس سے یہ لوگ بے حد متاثر ہو گئے اور ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر واپسی میں یہ کہنے لگے کہ یہودی جس نبی آخر الزمان کی خوشخبری دیتے رہے ہیں یقیناوہ نبی یہی ہیں۔ لہٰذا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہودی ہم سے پہلے اسلام کی دعوت قبول کر لیں۔ یہ کہہ کر سب ایک ساتھ مسلمان ہو گئے اور مدینہ جا کر اپنے اہل خاندان اور رشتہ داروں کو بھی اسلام کی دعوت دی ۔ان چھ خوش نصیبوں کے نام یہ ہیں۔ (1)حضرت عقبہ بن عامر بن نابی۔ (2)حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہ(3)حضرت عوف بن حارث(4)حضرت رافع بن مالک(5)حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ(6)حضرت جابر بن عبد اللہ بن ریاب۔

(مدارج النبوت، قسم دوم، باب سوم، ج۲، ص۵۱۔۵۲)(المواہب اللدنیۃ، ھجرتہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ،ج۱، ص۱۴۱)

بیعت عقبہ اولیٰ

دوسرے سال سن 12نبوی میں حج کے موقع پر مدینہ کے بارہ اشخاص منیٰ کی اسی گھاٹی میں چھپ کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت ہوئے۔ تاریخ اسلام میں اس بیعت کا نام **"بیعت عقبہ اولیٰ"** ہے۔

ساتھ ہی ان لوگوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے یہ درخواست بھی کی کہ احکامِ اسلام کی تعلیم کے لئے کوئی معلم بھی ان لوگوں کے ساتھ کر دیا جائے۔ چنانچہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا۔ وہ مدینہ میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر ٹھہرے اور انصار کے ایک ایک گھر میں جا جا کر اسلام کی تبلیغ کرنے لگے اور روزانہ ایک دو نئے آدمی آغوش اسلام میں آنے لگے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ مدینہ سے قباء تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔

قبیلۂ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بہت ہی بہادر اور با اثر شخص تھے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے جب ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی تو انہوں نے پہلے تو اسلام سے نفرت و بیزاری ظاہر کی مگر جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ان کو قرآنِ مجید پڑھ کر سنایا تو ایک دم اُن کا دل پسیج گیا اور اس قدر متاثر ہوئے کہ سعادتِ ایمان سے سرفراز ہو گئے۔ ان کے مسلمان ہوتے ہی ان کا قبیلہ **"اوس"** بھی دامنِ اسلام میں آ گیا۔

اسی سال بقول مشہور ماہ رجب کی ستائیسویں رات کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بحالت بیداری **"معراجِ جسمانی"** ہوئی۔ اور اِسی سفر معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں جس کا تفصیلی بیان ان شاءاللہ تعالیٰ معجزات کے باب میں آئے گا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، العقبۃ الاولٰی و مصعب بن عمیر، ص ۱۷۱۔۱۷۴)

بیعت عقبہ ثانیہ

اس کے ایک سال بعد سن 13 نبوی میں حج کے موقع پر مدینہ کے تقریباً بہتّر اشخاص نے منیٰ کی اسی گھاٹی میں اپنے بت پرست ساتھیوں سے چھپ کر حضور ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور یہ عہد کیا کہ ہم لوگ آپ ﷺ کی اور اسلام کی حفاظت کے لئے اپنی جان قربان کر دیں گے۔ اس موقع پر حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے مدینہ والوں سے کہا کہ دیکھو! محمد ﷺ اپنے خاندان بنی ہاشم میں ہر طرح محترم اور باعزت ہیں۔ ہم لوگوں نے دشمنوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر ہمیشہ ان کی حفاظت کی ہے۔ اب تم لوگ ان کو اپنے وطن میں لے جانے کے خواہشمند ہو تو سن لو! اگر مرتے دم تک تم لوگ ان کا ساتھ دے سکو تو بہتر ہے ورنہ ابھی سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ یہ سن کر حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ طیش میں آ کر کہنے لگے کہ "ہم لوگ تلواروں کی گود میں پلے ہیں۔" حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ حضرت ابو الہیثم رضی اللہ عنہ نے بات کاٹتے ہوئے یہ کہا کہ یا رسول اللہ! ﷺ ہم لوگوں کے یہودیوں سے پرانے تعلقات ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ ہمارے مسلمان ہو جانے کے بعد یہ تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو غلبہ عطا فرمائے تو آپ ہم لوگوں کو چھوڑ کر اپنے وطن مکہ چلے جائیں۔ یہ سنکر حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ تم لوگ اطمینان رکھو کہ **"تمہارا خون میرا خون ہے"** اور یقین کرو **"میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہے۔ میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو۔ تمہارا دشمن میرا دشمن اور تمہارا دوست میرا دوست ہے۔"**

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، العقبۃ الاولٰی ومصعب بن عمیر، ص۱۷۵،۱۷۶)

(شرح الزرقانی علی المواھب، ذکر عرض رسول اللہ ﷺ نفسہ... الخ، ج۲، ص۸۵۔۸۸ ملتقطاً)

درس نمبر 17

ہجرت مدینہ

مدینہ منورہ میں جب اسلام اور مسلمانوں کو ایک پناہ گاہ مل گئی تو حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو عام اجازت دے دی کہ وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے دوسرے لوگ بھی مدینہ روانہ ہونے لگے۔ جب کفار قریش کو پتہ چلا تو انہوں نے روک ٹوک شروع کر دی مگر چھپ چھپ کر لوگوں نے ہجرت کا سلسلہ جاری رکھا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ بہت سے صحابہ کرام مدینہ منورہ چلے گئے۔ صرف وہی حضرات مکہ میں رہ گئے جو یا تو کافروں کی قید میں تھے یا اپنی تنگی کی وجہ سے مجبور تھے۔

حضورِ اقدس ﷺ کو ابھی تک خدا کی طرف سے ہجرت کا حکم نہیں ملا تھا اس لئے آپ ﷺ مکہ ہی میں ٹھہرے رہے اور حضرتِ ابو بکر صدیق و حضرتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو بھی آپ نے روک لیا، لہٰذا یہ دونوں بھی آپ ہی کے ساتھ مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔

کفار کی میٹنگ

جب مکہ کے کافروں نے یہ دیکھ لیا کہ حضور ﷺ اور مسلمانوں کے مددگار مکہ سے باہر مدینہ میں بھی ہو گئے اور مدینہ جانے والے مسلمانوں کو انصار نے اپنی پناہ میں لے لیا ہے تو کفار مکہ کو یہ خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ محمد ﷺ بھی مدینہ چلے جائیں اور وہاں سے اپنے حامیوں کی فوج لے کر مکہ پر چڑھائی نہ کر دیں۔ چنانچہ اس خطرہ کا دروازہ بند کرنے کے لئے کفار مکہ نے اپنے دارالندوہ (پنچائت گھر) میں ایک میٹنگ رکھی۔ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

"وَاِذۡ یَمۡکُرُ بِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِیُثۡبِتُوۡکَ اَوۡ یَقۡتُلُوۡکَ اَوۡ یُخۡرِجُوۡکَ ؕ وَ یَمۡکُرُوۡنَ وَ یَمۡکُرُ اللّٰہُ ؕ وَ اللّٰہُ خَیۡرُ الۡمٰکِرِیۡنَ ﴿۳۰﴾"

(اے محبوب یاد کیجیے) جس وقت کفار آپ کے بارے میں خفیہ تدبیر کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا شہر بدر کر دیں یہ لوگ خفیہ تدبیر کر رہے تھے اور اللہ خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ کی پوشیدہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔ (پارہ۹، الانفال:۳۰)

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ہجرۃ الرسول ﷺ، ص ۱۹۱۔۱۹۳)

جب کفار حضور ﷺ کے قتل پر اتفاق کر کے میٹنگ ختم کر چکے اور اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام رب العالمین کا حکم لے کر نازل ہو گئے کہ اے محبوب! آج رات کو آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں اور ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ دوپہر کے وقت حضور ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ سب گھر والوں کو ہٹا دو کچھ مشورہ کرنا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان یہاں آپ کی اہلیہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کے سوا اور کوئی نہیں ہے (اُس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ سے نکاح ہو چکا تھا) حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو بکر! اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت کی اجازت فرما دی ہے۔ حضرت ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! مجھے بھی ہمراہی کا شرف عطا فرمائیے۔ آپ ﷺ نے ان کی درخواست منظور فرمالی۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ایک کافر کو جس کا نام **"عبداللہ بن اُرَیقط"** تھا جو راستوں کا ماہر تھا راہ نمائی کے لئے اُجرت پر نوکر رکھا اور ان دونوں اونٹنیوں کو اس کے سپرد کرکے فرمایا کہ تین راتوں کے بعد وہ ان دونوں اونٹنیوں کو لے کر **"غار ثور"** کے پاس آجائے۔ یہ سارا انظام کر لینے کے بعد حضور ﷺ اپنے مکان پر تشریف لائے۔

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ النبی ﷺ واصحابہ، الحدیث:۳۹۰۵، ج۲، ص۵۹۲)

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ہجرۃ الرسول ﷺ، ص۱۹۲۔۱۹۳)

حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم میری سبز رنگ کی چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو رہو اور میرے چلے جانے کے بعد تم قریش کی تمام امانتیں ان کے مالکوں کو سونپ کر مدینہ چلے آنا۔

یہ بڑا ہی خوفناک اور بڑے سخت خطرہ کا موقع تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ کفارِ مکہ حضور ﷺ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں مگر حضورِ اقدس ﷺ کے اس فرمان سے کہ تم قریش کی ساری امانتیں لوٹا کر مدینہ چلے آنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یقین کامل تھا کہ میں زندہ رہوں گا اور مدینہ پہنچوں گا اس لئے رسول اللہ ﷺ کا بستر جو آج کانٹوں کا بچھونا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے پھولوں کی سیج بن گیا اور آپ رضی اللہ عنہ بستر پر صبح تک آرام کے ساتھ میٹھی نیند سوتے رہے۔ اسی کارنامے پر فخر کرتے ہوئے اپنے اشعار میں فرمایا کہ

وَقَیْتُ بِنَفْسِیْ خَیْرَ مَنْ وَطِیءَ الثَّرٰی   وَمَنْ طَافَ بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ وَبِالْحَجَرِ

میں نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اس ذات گرامی کی حفاظت کی جو زمین پر چلنے والوں اور خانہ کعبہ و حطیم کا طواف کرنے والوں میں سب سے زیادہ بہتر اور بلند مرتبہ ہیں۔

رَسُوْلُ الٰہِ خَافَ اَنْ یَّمْکُرُوْا بِہٖ   فَنَجَّاہُ ذُو الطَّوْلِ الْاِلٰہُ مِنَ الْمَکْرِ

رسول خدا ﷺ کو یہ اندیشہ تھا کہ کفار مکہ ان کے ساتھ خفیہ چال چل جائیں گے مگر خداوند مہربان نے ان کو کافروں کی خفیہ تدبیر سے بچا لیا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ہجرۃ الرسول ﷺ، ص۱۹۴) (مدارج النبوت، قسم دوم، باب چہارم، ج۲، ص۵۸)

(شرح الزرقانی علی المواھب، باب ہجرۃ المصطفٰی ﷺ، ج۲، ص۹۵)

حضورِ اقدس ﷺ نے بستر نبوت پر جان ولایت کو سلا کر ایک مٹھی خاک ہاتھ میں لی اور سورۂ یٰسٓ کی ابتدائی آیتوں کو تلاوت فرماتے ہوئے نبوت خانہ سے باہر تشریف لائے اور محاصرہ کرنے والے کافروں کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے ان کے مجمع سے صاف نکل گئے۔ نہ کسی کو نظر آئے نہ کسی کو کچھ خبر ہوئی۔ ایک دوسرا شخص جو اس مجمع میں موجود نہ تھا اس نے ان لوگوں کو خبر دی کہ محمد ﷺ تو یہاں سے نکل گئے

اور چلتے وقت تمہارے سروں پر خاک ڈال گئے ہیں۔ چنانچہ ان بدبختوں نے اپنے سروں پر ہاتھ پھیرا تو واقعی ان کے سروں پر خاک اور دھول پڑی ہوئی تھی۔ (مدارج النبوت، قسم دوم، باب چہارم، ج ۲، ص ۵۷)

درس نمبر 18

غار ثور میں آمد

رحمت عالم ﷺ اپنے آستانے سے نکل کر مقام **"حزورہ"** کے پاس کھڑے ہو گئے اور بڑی حسرت کے ساتھ **"کعبہ"** کو دیکھا اور فرمایا کہ اے شہر مکہ! تو مجھ کو تمام دنیا سے زیادہ پیارا ہے۔ اگر میری قوم مجھ کو تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی اور جگہ سکونت پذیر نہ ہوتا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس خیال سے کہ کفار مکہ ہمارے قدموں کے نشان سے ہمارا پیچھا نہ کریں، پھر یہ بھی دیکھا کہ حضور ﷺ کے مبارک پاؤں زخمی ہو گئے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اپنے کندھوں پر سوار کر لیا اور اس طرح خاردار جھاڑیوں اور نوک دار پتھروں والی پہاڑیوں کو روندتے ہوئے اسی رات **"غارِ ثور"** پہنچے۔

(مدارج النبوت، قسم دوم، باب چہارم، ج ۲، ص ۵۷)

(شرح الزرقانی علی المواھب، باب ہجرۃ المصطفٰی...الخ، ج ۲، ص ۱۰۸)

کفار کی آہٹ پا کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کچھ گھبرائے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ﷺ اب ہمارے دشمن اس قدر قریب آ گئے ہیں کہ اگر وہ اپنے قدموں پر نظر ڈالیں گے تو ہم کو دیکھ لیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

" لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا " (مت گھبراؤ! خدا ہمارے ساتھ ہے)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قلب پر سکون و اطمینان کا ایسا سکینہ اُتار دیا کہ وہ بالکل ہی بے خوف ہو گئے۔

(المواہب اللدنیۃ والزرقانی، باب ہجرۃ المصطفٰی ﷺ...الخ، ج ۲، ص ۱۲۳ ملخصاً)

(مدارج النبوت، قسم دوم، باب چہارم، ج ۲، ص ۵۹)۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہی وہ جاں نثاریاں ہیں جن کو دربار نبوت کے مشہور شاعر حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے کیا خوب کہا ہے کہ

وَثَانِیُ اثْنَیْنِ فِی الْغَارِ الْمُنِیْفِ وَقَدْ طَافَ الْعَدُوُّ بِهٖ اِذْ صَاعَدَ الْجَبَلَا

اور دو میں کے دوسرے (ابو بکر رضی اللہ عنہ) جب کہ پہاڑ پر چڑھ کر بلند مرتبہ غار میں اس حال میں تھے کہ دشمن ان کے ارد گرد چکر لگا رہا تھا۔

وَکَانَ حِبَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَدْ عَلِمُوْا مِنَ الْخَلَائِقِ لَمْ یَعْدِلْ بِهٖ بَدَلَا

اور وہ (ابو بکر رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کے محبوب تھے۔ تمام مخلوق اس بات کو جانتی ہے کہ حضور ﷺ نے کسی کو بھی ان کے برابر نہیں ٹھہرایا ہے۔ (المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب ہجرۃ المصطفٰی ﷺ...الخ، ج ۲، ص ۱۲۴)

بہر حال چوتھے دن حضور ﷺ یکم ربیع الاول دوشنبہ کے دن غار ثور سے باہر تشریف لائے۔ اور عام راستہ سے ہٹ کر ساحل سمندر کے غیر معروف راستوں سے سفر شروع کر دیا۔ (المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب ہجرۃ المصطفٰی ﷺ...الخ، ج۲، ص۱۲۸،۱۲۹ ملخصاً)

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو **"بریدہ اسلمی"** قبیلۂ بنی سہم کے ستر سواروں کو ساتھ لے کر اس لالچ میں آپ ﷺ کی گرفتاری کے لئے آئے کہ قریش سے ایک سو اونٹ انعام مل جائے گا۔ مگر جب حضور ﷺ کے سامنے آئے اور پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ ہوں اور خدا کا رسول ہوں۔ جمال و جلال نبوت کا ان کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ فوراً ہی کلمہ شہادت پڑھ کر دامن اسلام میں آگئے اور درخواست پیش کی کہ یارسول اللہ! ﷺ میری تمنا ہے کہ مدینہ میں حضور کا داخلہ ایک جھنڈے کے ساتھ ہونا چاہیے، یہ کہا اور اپنا عمامہ سر سے اتار کر اپنے نیزہ پر باندھ لیا اور حضورِ اقدس ﷺ کے علمبردار بن کر مدینہ تک آگے آگے چلتے رہے۔ پھر دریافت کیا کہ یارسول اللہ! ﷺ آپ مدینہ میں کہاں اتریں گے تاجدار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری اونٹنی خدا کی طرف سے مامور ہے۔ یہ جہاں بیٹھ جائے گی وہی میری قیام گاہ ہے۔ (مدارج النبوت، قسم دوم، باب چہارم، ج۲، ص ۶۲)

حضورِ اکرم ﷺ کی آمد کی خبر مدینہ پہلے ہی پہنچ چکی تھی اور عورتوں بچوں تک کی زبانوں پر آپ کی تشریف آوری کا چرچا تھا۔ اس لئے اہل مدینہ آپ کے دیدار کے لئے روزانہ صبح نکل کر شہر کے باہر استقبال کے لئے تیار رہتے، جب دھوپ تیز ہو جاتی تو افسوس کے ساتھ اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاتے۔ ایک دن اپنے معمول کے مطابق اہل مدینہ آپ ﷺ کی راہ دیکھ کر واپس جا چکے تھے کہ اچانک ایک یہودی نے اپنے قلعہ سے دیکھا کہ تاجدار دو عالم ﷺ کی سواری مدینہ کے قریب آپہنچی ہے۔ اس نے آواز بلند سے پکارا کہ اے مدینہ والو! لو تم جس کا روزانہ انتظار کرتے تھے وہ کاروانِ رحمت آگیا۔ یہ سن کر تمام انصار بے قرار ہو کر دونوں عالم کے تاجدار ﷺ کا استقبال کرنے کے لئے اپنے گھروں سے نکل پڑے اور نعرہ تکبیر کی آوازوں سے تمام شہر گونج اُٹھا۔ (مدارج النبوت، قسم دوم، باب چہارم، ج۲، ص ۶۳ ملخصاً)

مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر جہاں آج **"مسجد قبا"** بنی ہوئی ہے۔ 12 ربیع الاول کو حضور ﷺ رونق افروز ہوئے اور قبیلۂ عمرو بن عوف کے خاندان میں حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں تشریف فرما ہوئے۔ اہل خاندان نے اس فخر و شرف پر کہ دونوں عالم کے میزبان ان کے مہمان بنے اللہ اکبر کا پرجوش نعرہ مارا۔ چاروں طرف سے انصار جوشِ مسرت میں آتے اور بارگاہ رسالت میں صلاۃ و سلام کا نذرانہ عقیدت پیش کرتے۔ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تھے وہ بھی اس مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حکم نبوی کے مطابق قریش کی امانتیں واپس لوٹا کر تیسرے دن مکہ سے چل پڑے اور مدینہ آگئے اور اسی مکان میں قیام فرمایا اور حضرتِ کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان والے ان تمام مقدس مہمانوں کی مہمان نوازی میں دن رات مصروف رہنے لگے۔ (مدارج النبوت، قسم دوم، باب چہارم، ج۲، ص ۶۳ ملخصاً)

(دلائل النبوۃ للبیہقی، باب من استقبل رسول اللہ ﷺ...الخ، ج۲، ص۴۹۹۔۵۰۰ ملتقطاً)

درس نمبر 19

مساجد کی تعمیر

"قبا" میں سب سے پہلا کام ایک مسجد کی تعمیر تھی۔ اس مقصد کے لیے حضور ﷺ نے حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کی ایک زمین کو پسند فرمایا اور اس جگہ اپنے مقدس ہاتھوں سے ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔ یہی وہ مسجد ہے جو آج بھی **"مسجد قباء"** کے نام سے مشہور ہے اور جس کی شان میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

یقیناوہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے پرہیز گاری پر رکھی ہوئی ہے وہ اس بات کی زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں اس (مسجد) میں ایسے لوگ ہیں جن کو پاکی بہت پسند ہے اور اللہ تعالیٰ پاک رہنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ (پارہ ۱۱، التوبۃ:۱۰۸)

اس مبارک مسجد کی تعمیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خود حضور ﷺ بھی اپنے مبارک ہاتھوں سے اتنے بڑے بڑے پتھر اُٹھاتے کہ ان کے بوجھ سے جسم نازک جھک جاتا اور اگر آپ ﷺ کے جاں نثار اصحاب میں سے کوئی عرض کرتا یا رسول اللہ! آپ ﷺ پر ہمارے ماں باپ قربان، آپ چھوڑ دیجیے ہم اٹھائیں گے، تو حضور ﷺ اس کی دلجوئی کے لیے چھوڑ دیتے مگر پھر اسی وزن کا دوسرا پتھر اٹھا لیتے اور خود ہی اس کو لاکر عمارت میں لگاتے اور تعمیری کام میں جوش پیدا کرنے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آواز ملا کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار پڑھتے جاتے

اَفْلَحَ مَنْ يُّعَالِجُ الْمَسْجِدَا ۔ وَيَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ قَائِمًا وَّ قَاعِدًا ۔ وَلَا يَبِيْتُ اللَّيْلَ عَنْهُ رَاقِدًا

وہ کامیاب ہے جو مسجد تعمیر کرتا ہے اور اٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے اور سوتے ہوئے رات نہیں گزارتا۔

(وفاء الوفاء للسمہودی، الباب الثالث، الفصل العاشر فی دخول النبی ﷺ...الخ، المجلد الاول، الجزء الاول، ص ۲۵۳)

مسجد الجمعہ

چودہ یا چوبیس روز کے قیام میں مسجد قباء کی تعمیر فرما کر شہر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، راستہ میں قبیلۂ بنی سالم کی مسجد میں پہلا جمعہ آپ ﷺ نے پڑھا۔ یہی مسجد آج **"مسجد جمعہ"** کے نام سے مشہور ہے۔ اہل مدینہ کو خبر ہوئی تو ہر طرف سے لوگ استقبال کے لیے دوڑ پڑے۔ آپ راستہ میں تمام قبائل کی محبت کا شکریہ ادا کرتے اور سب کو خیر و برکت کی دعائیں دیتے ہوئے چلے جارہے تھے۔ شہر قریب آیا تو اہل مدینہ کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ یہ استقبالیہ اشعار پڑھنے لگے

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا ۔ مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا ۔ مَا دَعٰى لِلّٰهِ دَاعِ

ہم پر چاند طلوع ہو گیا وداع کی گھاٹیوں سے، ہم پر خدا کا شکر واجب ہے۔ جب تک اللہ سے دعاء مانگنے والے دعا مانگتے رہیں۔

اَیُّھاالْمَبْعُوثُ فِیْنَا　　　　جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاع
اَنْتَ شَرَّفْتَ الْمَدِیْنَۃَ　　　　مَرْحَبًایَاخَیْرَ دَاعٍ

اے وہ ذات گرامی! جو ہمارے اندر مبعوث کئے گئے۔ آپ ﷺ وہ دین لائے جو اطاعت کے قابل ہے آپ نے مدینہ کو مشرف فرمادیا تو آپ کے لیے **"خوش آمدید"** ہے اے بہترین دعوت دینے والے۔

فَلَبِسْنَاثَوْبَ یَمَنٍ　　　　بَعْدَتَلْفِیْقِ الرِّقَاعِ
فَعَلَیْکَ اللّٰہُ صَلّٰی　　　　مَاسَعٰی لِلّٰہِ سَاعٍ

توہم لوگوں نے یمنی کپڑے پہنے حالانکہ اس سے پہلے پیوند جوڑ جوڑ کر کپڑے پہنا کرتے تھے تو آپ پر اللہ تعالیٰ اس وقت تک رحمتیں نازل فرمائے۔ جب تک اللہ کے لئے کوشش کرنے والے کوشش کرتے رہیں۔

مدینہ کی ننھی ننھی بچیاں جوشِ مسرت میں جھوم جھوم کر اور دف بجابجا کر یہ گیت گاتی تھیں کہ

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِی النَّجَارِ　　　　یَاحَبَّذَامُحَمَّدٌمِّنْ جَارٍ

ہم خاندان **"بنو النجار"** کی بچیاں ہیں، واہ کیا ہی خوب ہوا کہ حضرت محمد ﷺ ہمارے پڑوسی ہو گئے۔ حضورِ اقدس ﷺ نے ان بچیوں کے جوش مسرت اور ان کی والہانہ محبت سے متاثر ہو کر پوچھا کہ اے بچیو! کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟ تو بچیوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ "جی ہاں! جی ہاں۔" یہ سن کر حضور ﷺ نے خوش ہو کر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ **"میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔"**

(شرح الزرقانی علی المواھب، خاتمۃ فی وقائع متفرقۃ...الخ، ج ۲، ص ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۶۵۔۱۶۹ ملتقطاً)

(صحیح البخاری، کتاب الصلٰوۃ، باب ھل تنبش قبور...الخ، الحدیث: ۴۲۸، ج ۱، ص ۱۶۵)

چھوٹے لڑکے اور غلام خوشی کے مدینہ کی گلیوں میں حضور ﷺ کی آمد کا نعرہ لگاتے ہوئے دوڑتے پھرتے تھے۔ صحابی رسول براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو فرحت و سرور اور انوار و تجلیات حضور سرور عالم ﷺ کے مدینہ میں تشریف لانے کے دن ظاہر ہوئے نہ اس سے پہلے کبھی ظاہر ہوئے تھے نہ اس کے بعد۔　　　　(مدارج النبوت، قسم دوم، باب چہارم، ج ۲، ص ۶۳)

(شرح الزرقانی علی المواھب، خاتمۃ فی وقائع متفرقۃ...الخ، ج ۲، ص ۱۶۵ ملخصًا)

درس نمبر20

ابو ایوب انصاری کا مکان

تمام قبائل اونٹنی کی مہار تھام کر عرض کرتے یارسول اللہ! ﷺ ہمارے گھروں کو شرفِ نزول بخشیں مگر آپ ان سب محبین سے فرماتے کہ میری اونٹنی کی مہار چھوڑ دو جس جگہ خدا کو منظور ہوگا اسی جگہ میری اونٹنی بیٹھ جائے گی۔ چنانچہ جس جگہ آج مسجد نبوی شریف ہے اس کے پاس حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان تھا وہاں اونٹنی بیٹھ گئی اور چنانچہ آپ ﷺ نے انہی کے مکان پر قیام فرمایا۔

حضور ﷺ کے اہلبیت مدینہ میں

حضورِ اقدس ﷺ جب کہ ابھی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان ہی میں تشریف فرماتھے آپ نے اپنے غلام حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہما کو پانچ سو درہم اور دو اونٹ دے کر مکہ بھیجا تا کہ یہ دونوں صاحبان اپنے ساتھ حضور ﷺ کے اہل و عیال کو مدینہ لائیں۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات جا کر حضور ﷺ کی دو صاحبزادیوں سیدہ فاطمہ اور سیدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہما اور آپ ﷺ کی زوجہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسامہ بن زید اور حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہما کو مدینہ لے آئے۔ آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہانہ آسکیں کیونکہ ان کے شوہر حضرت ابو العاص بن الربیع رضی اللہ عنہ نے ان کو مکہ میں روک لیا اور حضور ﷺ کی ایک صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ **"حبشہ"** میں تھیں۔ انہی لوگوں کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی اپنے سب گھر والوں کو ساتھ لے کر مکہ سے مدینہ آگئے ان میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں یہ سب لوگ مدینہ آکر پہلے حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مکان پر ٹھہرے۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب اول، ج ۲، ص ۶۷ مختصراً)

(شرح الزرقانی علی المواھب، ذکر بناء المسجد النبوی... الخ، ج ۲، ص ۱۸۶)

مسجد نبوی کی تعمیر

مدینہ میں ایسی جگہ نہیں تھی جہاں مسلمان باجماعت نماز پڑھ سکیں اس لئے مسجد کی تعمیر نہایت ضروری تھی حضور ﷺ کی قیام گاہ کے قریب ہی **"بنو النجار"** کا ایک باغ تھا۔ آپ ﷺ نے مسجد تعمیر کرنے کے لئے اس باغ کو قیمت دے کر خریدنا چاہا۔ ان لوگوں نے کہا کہ "یارسول اللہ! ﷺ ہم خدا ہی سے اس کی قیمت (اجر و ثواب) لیں گے۔" لیکن چونکہ یہ زمین دو یتیم بچوں کی تھی آپ ﷺ نے ان دونوں بچوں کو بلا بھیجا۔ انہوں نے بھی زمین مسجد کے لئے نذر کرنی چاہی مگر حضور سرورِ عالم ﷺ نے اسے پسند نہیں فرمایا۔ اس لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال سے آپ نے اس کی قیمت ادا فرمادی۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب اول، ج ۲، ص ۶۷،۶۸)

پھر زمین کو برابر کر کے خود آپ نے اپنے دست مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈالی اور کچی اینٹوں کی دیوار اور کھجور کے ستونوں پر کھجور کی پتوں سے چھت بنائی جو بارش میں ٹپکتی تھی۔ اس مسجد کی تعمیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خود حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جوش دلانے کے لئے ان کے ساتھ آواز ملا کر یہ شعر پڑھتے تھے کہ

اَللّٰھُمَّ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَۃ　　فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَ الْمُھَاجِرَۃ

(صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیۃ... الخ، الحدیث:۴۲۸، ج۱، ص۱۶۵)

اے اللہ! بھلائی تو صرف آخرت ہی کی بھلائی ہے۔ لہٰذا اے اللہ! تو انصار و مہاجرین کو بخش دے۔

اسی مسجد کا نام **"مسجد نبوی"** ہے۔ یہ مسجد ہر قسم کے دُنیوی تکلفات سے پاک اور اسلام کی سادگی کی سچی اور صحیح تصویر تھی، اس مسجد کی عمارتِ شروع میں ساٹھ (60) گز لمبی اور چوَن (54) گز چوڑی تھی اور اس کا قبلہ بیت المقدس کی طرف بنایا گیا تھا مگر جب قبلہ بدل کر کعبہ کی طرف ہو گیا تو مسجد کے شمالی جانب ایک نیا دروازہ قائم کیا گیا۔ اس کے بعد مختلف زمانوں میں مسجد نبوی کی تجدید و توسیع ہوتی رہی۔ مسجد کے ایک کنارے پر ایک چبوترہ تھا جس پر کھجور کی پتیوں سے چھت بنا دی گئی تھی۔ اسی چبوترہ کا نام **"صفہ"** ہے جو صحابہ گھر بار نہیں رکھتے تھے وہ اسی چبوترہ پر سوتے بیٹھتے تھے اور یہی لوگ **"اصحاب صفہ"** کہلاتے ہیں۔　　(مدارج النبوت، قسم سوم، باب اول، ج۲، ص۶۸ ملخصًا)

(المواھب اللدنیۃ والزرقانی، ذکر بناء المسجد النبوی... الخ، ج۲، ص۱۸۶)

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات

مسجد نبوی کے ساتھ ہی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے حُجرے بنوائے۔ اس وقت تک حضرت سودہ و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نکاح میں تھیں اس لئے دو مکان بنوائے۔ دیگر ازواجِ نکاح میں آئیں تو دوسرے مکانات بنے۔ مکانات بہت ہی سادگی سے بنائے گئے۔ دس ہاتھ لمبے چھ، سات ہاتھ چوڑے، کچی اینٹوں کی دیواریں، کھجور کے پتوں کی چھت وہ بھی اتنی نیچی کہ آدمی کھڑا ہو کر چھت کو چھو لیتا، دروازوں کے بجائے کمبل یا ٹاٹ کے پردے لگائے گئے۔　　(شرح الزرقانی علی المواھب، ذکر بناء المسجد النبوی... الخ، ج۲، ص۱۸۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی رُخصتی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے نکاح تو ہجرت سے پہلے ہی مکہ میں ہو چکا تھا مگر ان کی رُخصتی ہجرت کے پہلے سال مدینہ میں ہوئی۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک پیالہ دودھ سے لوگوں کی دعوت ولیمہ فرمائی۔　　(مدارج النبوت، قسم سوم، باب اول، ج۲، ص۶۹۔۷۰ ملخصا)

درس نمبر21

قبلہ کی تبدیلی

جب تک حضور ﷺ مکہ میں رہے خانہ کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے رہے مگر ہجرت کے بعد جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو خدا تعالیٰ کا یہ حکم ہوا کہ آپ اپنی نمازوں میں **"بیت المقدس"** کو اپنا قبلہ بنائیں۔ چنانچہ آپ سولہ یا سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھتے رہے مگر آپ کے دل کی تمنا یہی تھی کہ کعبہ ہی کو قبلہ بنایا جائے۔ چنانچہ آپ اکثر آسمان کی طرف چہرہ اٹھا اٹھا کر اس کے لئے وحیِ الٰہی کا انتظار فرماتے رہے یہاں تک کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی قلبی آرزو پوری فرمانے کے لئے قرآن کی یہ آیت نازل فرمادی کہ "قَدۡ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجۡهِکَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبۡلَةً تَرۡضٰهَا فَوَلِّ وَجۡهَکَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ"

ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپکا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ہم ضرور آپ کو پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں آپ کی خوشی ہے تو ابھی آپ پھیر دیجیے اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف۔ (پارہ ۲، البقرۃ:۱۴۴)

چنانچہ حضور اقدس ﷺ قبیلۂ بنی سلمہ کی مسجد میں نمازِ ظہر پڑھا رہے تھے کہ حالت نماز ہی میں یہ وحی نازل ہوئی اور نماز ہی میں آپ نے بیت المقدس سے مڑ کر خانہ کعبہ کی طرف اپنا چہرہ کرلیا اور تمام مقتدیوں نے بھی آپ کی پیروی کی۔ اس مسجد کو جہاں یہ واقعہ پیش آیا **"مسجد قبلتین"** کہتے ہیں جو شہر مدینہ سے تقریباً دو کلو میٹر دور جانب شمال مغرب واقع ہے۔

اس قبلہ بدلنے کو **"تحویل قبلہ"** کہتے ہیں۔ تحویل قبلہ سے یہودیوں کو بڑی سخت تکلیف پہنچی جب تک حضور ﷺ بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے رہے تو یہودی بہت خوش تھے اور فخر کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ محمد ﷺ بھی ہمارے ہی قبلہ کی طرف رُخ کرکے عبادت کرتے ہیں مگر جب قبلہ بدل گیا تو یہودی اس قدر برہم اور ناراض ہوگئے کہ وہ یہ طعنہ دینے لگے کہ محمد ﷺ چونکہ ہر بات میں ہم لوگوں کی مخالفت کرتے ہیں اس لئے انہوں نے محض ہماری مخالفت میں قبلہ بدل دیا ہے۔ اسی طرح منافقین کا گروہ بھی طرح طرح کی نکتہ چینی اور قسم قسم کے اعتراضات کرنے لگا تو ان دونوں گروہوں کی زبان بندی کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

"سَیَقُوۡلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمۡ عَنۡ قِبۡلَتِهِمُ الَّتِیۡ کَانُوۡا عَلَیۡهَا قُلۡ لِّلّٰهِ الۡمَشۡرِقُ وَالۡمَغۡرِبُ یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۱۴۲﴾"

اب کہیں گے بیوقوف لوگوں میں سے کس نے پھیر دیا مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے جس پر وہ تھے آپ کہہ دیجیے کہ مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ہے وہ جسے چاہے سیدھی راہ چلاتا ہے۔ (پارہ ۲، البقرۃ:۱۴۲)

"وَمَا جَعَلۡنَا الۡقِبۡلَةَ الَّتِیۡ کُنۡتَ عَلَیۡهَاۤ اِلَّا لِنَعۡلَمَ مَنۡ یَّتَّبِعُ الرَّسُوۡلَ مِمَّنۡ یَّنۡقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیۡهِ ؕ وَاِنۡ کَانَتۡ لَکَبِیۡرَةً اِلَّا عَلَی الَّذِیۡنَ هَدَی اللّٰهُ" اور (اے محبوب) آپ پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے، بیشک یہ بڑی بھاری بات تھی، سوائے ان کے جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے۔ (پارہ ۲، البقرۃ:۱۴۳)

پہلی آیت میں یہودیوں کے اعتراض کا جواب دیا گیا کہ خدا کی عبادت میں قبلہ کی کوئی خاص جہت ضروری نہیں ہے۔ دوسری آیت میں منافقین کی زَبان بندی کی گئی ہے جو تحویل قبلہ کے بعد ہر طرف یہ پروپیگنڈا کرنے لگے تھے کہ پیغمبر اسلام تو اپنے دین کے بارے میں خود ہی شک میں ہیں کبھی بیت المقدس کو قبلہ مانتے ہیں تو کبھی کعبہ کو۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب دوم، ج2، ص73 ملخصا)

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، تحویل القبلۃ...الخ، ج2، ص249، 246، 250)

جنگِ بدر

"بدر" مدینہ منورہ سے تقریباً اَسّی میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔ یہاں ایک کنواں تھا جس کے مالک کا نام **"بدر"** تھا اسی کے نام پر اس جگہ کا نام **"بدر"** رکھ دیا گیا۔ اسی مقام پر جنگِ بدر کا وہ عظیم معرکہ ہوا جس میں کفارِ قریش اور مسلمانوں کے درمیان سخت خونریزی ہوئی اور مسلمانوں کو وہ عظیم الشان فتح مبین نصیب ہوئی جس کے بعد اسلام کی عزت کا پرچم اتنا سربلند ہو گیا کہ کفار قریش کی عظمت و شوکت بالکل ہی خاک میں مل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کے دن کا نام **"یومُ الفرقان"** رکھا۔ (پارہ۴، اٰل عمرٰن:۱۲۳)

اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح مبین کے بارے میں احسان جتاتے ہوئے خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

"وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾" (پارہ۴، اٰل عمرٰن:۱۲۳)

اور یقیناخدا تعالیٰ نے تم لوگوں کی مدد فرمائی بدر میں جبکہ تم کمزور اور بے سروسامان تھے تو تم اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔

درس نمبر 22

حضرت زینب کا ہار

جنگِ بدر کے قیدیوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابو العاص بن ربیع بھی تھے۔ یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھانجے تھے، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کر کے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص سے کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نبوت کا اعلان فرمایا تو آپ کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کر لیا مگر ان کے شوہر ابو العاص مسلمان نہیں ہوئے اور نہ حضرت زینب کو اپنے سے جدا کیا۔ ابو العاص نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیج دیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کی امی جان سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جہیز میں ایک قیمتی ہار دیا تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فدیہ کی رقم کیساتھ وہ ہار بھی اپنے گلے سے اتار کر مدینہ بھیج دیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اس ہار پر پڑی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور صحابہ سے فرمایا کہ **"اگر تم لوگوں کی مرضی ہو تو بیٹی کو اس کی ماں کی یادگار واپس کر دو"** یہ سن کر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سر تسلیم خم کر دیا اور یہ ہار حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس مکہ بھیج دیا گیا۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ذکر رؤیا عاتکۃ...الخ، ص ۲۷۰)

کچھ عرصہ بعد ابو العاص مدینہ پہنچے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کو پناہ دے کر اپنے گھر میں اتارا۔ ابو العاص رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے اور پھر مدینہ میں ہی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہنے لگے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، اسلام ابی العاص بن الربیع، ص ۲۷۲)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی

اسی سال ۲ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ حضرات ابو بکر صدیق و عمر و عثمان و عبد الرحمن بن عوف اور دوسرے چند مہاجرین و انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بُلا کر لائیں۔ چنانچہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور نکاح پڑھا دیا۔ شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے شہزادی اسلام حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں ایک کملی، ایک چارپائی، چمڑے کا گدا جس میں کھجور کی چھال بھری تھی، ایک چھاگل، ایک مشک، دو چکیاں، دو مٹی کے گھڑے عطا فرمائے۔ حضرت حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک مکان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے نذر کر دیا کہ اس میں حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما رہائش رکھ لیں۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر نئے گھر میں گئیں تو عشاء کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ایک برتن میں پانی طلب فرمایا اور اس میں کلی فرما کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ اور بازوؤں پر پانی چھڑکا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان کے سر اور سینہ پر بھی پانی چھڑکا اور پھر یوں دعا فرمائی کہ یا اللہ میں علی اور فاطمہ اور ان کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں کہ یہ سب شیطان کے شر سے محفوظ رہیں۔ (المواہب اللدنیۃ والزرقانی، ذکر تزویج علی بفاطمۃ، ج ۲، ص ۳۵۷۔۳۶۱ ملخصاً)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

قبیلہ مصطلق کی جنگ میں جو کفار مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے ان میں سردارِ قوم حارث بن ضرار کی بیٹی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جب تمام قیدی غلام بنا کر مجاہدین میں تقسیم کئے گئے تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں آئیں انہوں نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ کہہ دیا کہ تم مجھے اتنی رقم دے دو، میں تمہیں آزاد کر دوں گا، حضرت جویریہ کے پاس رقم نہیں تھی وہ حضور ﷺ کے دربار میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! ﷺ میں اپنے قبیلے کے سردار کی بیٹی ہوں اور مسلمان ہو چکی ہوں، ثابت بن قیس نے اتنی رقم لے کر مجھے آزاد کرنے کا وعدہ کیا ہے، آپ ﷺ میری مدد فرمائیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میں اس سے بہتر سلوک تم سے کروں تو کیا تمہیں منظور ہو گا؟ انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری طرف سے ساری رقم ادا کر دوں اور تمہیں آزاد کر کے تم سے نکاح کر لوں تا کہ تمہارا خاندانی اعزاز و وقار برقرار رہے، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے خوشی خوشی منظور کر لیا، چنانچہ حضور ﷺ نے ساری رقم ادا فرما کر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا جب یہ خبر لشکر میں پھیلی کہ حضور ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا تو مجاہدین اسلام نے اس خاندان کے تمام لونڈی غلام فوراً آزاد کر دیئے اور ہر سپاہی یہ کہنے لگا کہ جس خاندان میں رسول اللہ ﷺ نے شادی کر لی اس خاندان کا کوئی آدمی لونڈی غلام نہیں رہ سکتا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ ہم نے کسی عورت کا نکاح حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے بڑھ کر برکت والا نہیں دیکھا کہ اس کی وجہ سے تمام خاندان کو غلامی سے آزادی نصیب ہو گئی۔ (کتاب المغازی للواقدی، غزوۃ المریسیع، ج۱، ص۴۱۰،۴۱۱)

حضرت جویریہ کا اصلی نام "برہ" تھا۔ حضور ﷺ نے بدل کر "**جویریہ**" رکھا۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب پنجم، ج۲، ص۱۵۵)

درس نمبر 23

حضرت صفیہ کا نکاح

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنو نضیر کے رئیس حُیی بن اَخطب کی بیٹی تھیں، جنگ میں دیگر قیدیوں کیساتھ انہیں بھی قیدی بنا کر لایا گیا، حضرت دِحیہ کَلبی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ﷺ ایک لونڈی مجھے عنایت فرمایئے۔ آپ ﷺ نے ان کو اختیار دیا کہ خود جا کر لونڈی لے لو۔ انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو لے لیا۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر گزارش کی

"اَعْطَیْتَ دِحْیَۃَ صَفِیَّۃَ بِنْتَ حُیَیٍّ سَیِّدَۃَ قُرَیْظَۃَ وَ النَّضِیْرِ لَا تَصْلُحُ اِلَّا لَکَ"

یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے صفیہ کو دِحیہ کے حوالے کر دیا۔ وہ قریظہ اور بنو نضیر کی رئیسہ ہے وہ آپ کے سوا کسی اور کے لائق نہیں ہے۔

(سنن ابی داود، کتاب الخراج والفیء والامارۃ، باب ماجاء فی سھم الصفی، الحدیث:۲۹۹۸، ج۳ص ۲۰۹)

یہ سن کر آپ ﷺ نے حضرت دحیہ کلبی اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہما کو بلایا اور حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم کوئی دوسری لونڈی لے لو۔ اس کے بعد حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے آپ ﷺ نے ان سے نکاح فرما لیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دعوت ولیمہ میں کھجور، گھی، پنیر کا مالیدہ کھلایا۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب مایذکر فی الفخذ، الحدیث:۳۷۱، ج۱، ص۱۴۸)

حضرت میمونہ کا نکاح

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی چچی ام فضل زوجہ حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی بہن تھیں۔ عمرۃ القضاء سے واپسی پر آپ ﷺ مقام **"سرف"** میں پہنچے تو ان سے نکاح فرمایا، چوالیس (44) سال بعد اسی مقام سرف میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا اور یہیں قبر شریف بنی۔ ان کی وفات کا سال ۵۱ھ ہے۔ (المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب عمرۃ القضائ، ج۳، ص۳۲۸،۳۲۹ ملخصًا)

حجۃ الوداع

سنہ 10 ہجری کا اہم ترین واقعہ **"حجۃ الوداع"** ہے۔ یہ آپ ﷺ کی زندگی کا آخری حج اور ہجرت کے بعد پہلا حج تھا۔ ذوقعدہ ۱۰ھ میں آپ ﷺ نے حج کے لئے روانگی کا اعلان فرمایا۔ آخر ذوقعدہ میں جمعرات کے دن مدینہ میں غسل فرما کر تہبند اور چادر زیب تن فرمایا اور نماز ظہر مسجد نبوی میں ادا فرما کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو بھی ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ مدینہ منورہ سے چھ میل دور **"ذوالحلیفہ"** پر پہنچ کر رات قیام فرمایا پھر احرام کے لئے غسل فرمایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے جسم اطہر پر خوشبو لگائی پھر آپ ﷺ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور اپنی اونٹنی **"قصواء"** پر سوار ہو کر احرام باندھا اور بلند آواز سے **"لبیک"** پڑھا اور روانہ ہو گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو آگے پیچھے دائیں بائیں حدِ نگاہ تک آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا۔ بیہقی کی روایت ہے کہ ایک لاکھ چودہ ہزار اور دوسری روایتوں میں ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان حج الوداع میں آپ کے ساتھ تھے۔

(المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، النوع السادس فی ذکر حجہ وعمرہ، ج۱۱، ص۳۲۹۔۳۳۱ وحجۃ الوداع، ج۴، ص۱۴۶)

وفاتِ اقدس

سب سے آخری فوج جس کے روانہ کرنے کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا۔ ۲۶ صفر ۱۱ھ دوشنبہ کے دن حضور اقدس ﷺ نے رومیوں سے جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور دوسرے دن حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بلا کر فرمایا کہ میں نے تم کو اس فوج کا امیر مقرر کیا تم اپنے باپ کی شہادت گاہ مقام **"اُبنٰی"** میں جاؤ۔ مزاج اقدس ناساز تھا مگر اسی حالت میں آپ ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے جھنڈا باندھا اور یہ نشانِ اسلام حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے کر ارشاد فرمایا: ''اُغْزُ بِسْمِ اللہِ وَفِیْ سَبِیْلِ اللہِ فَقَاتِلْ مَنْ کَفَرَ بِاللہِ'' اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور کافروں کیساتھ جنگ کرو۔

حضرت اُسامہ نے مدینہ سے نکل کر ایک کوس دور مقام **"جرف"** میں پڑاؤ کیا اور وہاں لشکر اسلام کا اجتماع ہوتا رہا یہاں تک کہ ایک عظیم لشکر تیار ہو گیا۔ ادھر آپ ﷺ کی بیماری بہت شدید ہو گئی۔ آپ کی خواہش پر تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اجازت دے دی کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں قیام فرمائیں۔ چنانچہ حضرت عباس و حضرت علی رضی اللہ عنہما نے سہارا دے کر آپ ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارکہ میں پہنچایا۔ جب تک طاقت رہی آپ خود نمازیں پڑھاتے رہے۔ جب کمزوری بہت زیادہ بڑھی تو حکم دیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے مصلی پر امامت کریں۔ چنانچہ سترہ نمازیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھائیں۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۱ھ کو جہاد میں جانے والے حضور ﷺ سے رخصت لینے کے لئے آئے۔ اس کے دوسرے دن حضور ﷺ کی بیماری نے اور زیادہ شدت اختیار کر لی۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کی مزاج پُرسی اور رخصت لینے کے لئے حاضر ہوئے آپ ﷺ نے حضرت اُسامہ کو دیکھا مگر کمزوری کی وجہ سے کچھ بول نہ سکے، بار بار دَستِ مبارک کو آسمان کی طرف اٹھاتے اور ان کے بدن پر اپنا مقدس ہاتھ پھیرتے۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس سے میں نے یہ سمجھا کہ حضور میرے لئے دعا فرما رہے ہیں۔ اس کے بعد حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ رخصت ہو کر اپنی فوج میں تشریف لے گئے اور ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو کوچ کرنے کا اعلان فرما دیا۔ ابھی سوار ہونے کے لئے تیاری کر رہے تھے کہ ان کی والدہ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کا قاصد پہنچا کہ حضور ﷺ نزع کی حالت میں ہیں۔ یہ ہوش رُبا خبر سن کر حضرت اُسامہ و حضرت عمر و حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم وغیرہ فوراً ہی مدینہ آئے تو یہ دیکھا کہ آپ ﷺ سکرات کے عالم میں ہیں اور اسی دن دوپہر کو یا سہ پہر کے وقت آپ کا وصال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

تاریخ وفات میں مؤرخین کا اختلاف ہے لیکن اس پر تمام علماء سیرت کا اتفاق ہے کہ پیر کا دن اور ربیع الاول کا مہینہ تھا، عام طور پر یہی مشہور ہے کہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ پیر کے وصال فرمایا۔ (الوفاء باحوال المصطفٰی مترجم، باب وقت وصال، ص۸۱۴ ملخصًا)

درس نمبر 24

عاشقان رسول پر وفات کا اثر

وہ شمع نبوت کے پروانے جو چند دنوں تک جمال نبوت کا دیدار نہ کرتے تو ان کے دل بے قرار اور ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ ان عاشقانِ رسول پر جان عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دائمی فِراق کا کتنا صدمہ عظیم ہوا ہو گا؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حالت یہ تھی کہ اِدھر اُدھر بھاگے پھرتے مگر کسی سے کچھ کہنے کی ہمت نہ پاتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رنج و غم میں نِڈھال ہو کر اس طرح بیٹھ گئے کہ کھڑے ہونے کی طاقت باقی نہیں رہی۔ حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکے اور انہیں ہارٹ اٹیک ہو گیا۔

(المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، الفصل الاول فی اتمامہ...الخ، ج ۱۲، ص ۱۴۲، ۱۴۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس قدر ہوش و حواس کھو بیٹھے کہ انہوں نے تلوار کھینچ لی اور ننگی تلوار لے کر مدینہ کی گلیوں میں اِدھر اُدھر پھرتے اور کہتے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات ہو گئی تو میں اِس تلوار سے اس کی گردن اڑادوں گا۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب دوم، ج ۲، ص ۴۳۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ وفات کے بعد حضرت عمر اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما اجازت لے کر مکان میں داخل ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھ کر کہا کہ حضور پر بہت ہی سخت غشی طاری ہو گئی ہے تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے عمر! تمہیں کچھ خبر بھی ہے؟ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا وصال ہو چکا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپے سے باہر ہو گئے اور تڑپ کر بولے کہ اے مغیرہ! تم جھوٹے ہو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اس وقت تک انتقال نہیں ہو سکتا جب تک دنیا سے ایک ایک منافق کا خاتمہ نہ ہو جائے۔

(المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، الفصل الاول فی اتمامہ...الخ، ج ۱۲، ص ۱۳۹)

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات کے وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ **"سُنح"** میں تھے، ان کی بیوی حضرت حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ عنہا وہیں رہتی تھیں۔ چونکہ پیر کی صبح مرض میں کمی نظر آئی تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اجازت دی کہ تم "سُنح" چلے جاؤ اور بیوی بچوں کو دیکھ آؤ۔ (المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، الفصل الاول فی اتمامہ...الخ، ج ۱۲، ص ۱۳۳، ۱۳۴)

بخاری شریف وغیرہ میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر **"سُنح"** سے آئے اور کسی سے کوئی بات نہ کہی نہ سنی۔ سیدھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں چلے گئے اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چہرۂ انور سے چادر ہٹا کر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر جُھکے اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان جوش محبت میں بوسہ دیا اور کہا کہ آپ اپنی حیات اور وفات دونوں حالتوں میں پاکیزہ رہے۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہر گز خدا تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائے گا۔ آپ کی جو موت لکھی تھی آپ اس موت کے ساتھ وفات پا چکے۔ اسکے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے اور لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے خطبہ دینا شروع کر دیا اور فرمایا:

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت...الخ، الحدیث: ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ج ۱، ص ۴۲۱ ملخصًا)

اما بعد! جو شخص تم میں سے محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد ﷺ کا وصال ہو گیا اور جو تم میں سے خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو خدا زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔ پھر اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سورۂ آلِ عمران کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

"وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾" (پ۴، ال عمرٰن:۱۴۴)

ترجمہ: اور محمد ﷺ تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے ؟ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کریگا اور عنقریب اللہ شکر ادا کرنے والوں کو ثواب دے گا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی اس آیت کو جانتا ہی نہ تھا۔ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت...الخ، الحدیث:۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ج۱، ص۴۲۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے یہ آیت سنی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ واقعی نبی ﷺ کا وصال ہو گیا۔ ان کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ گویا ہم پر پردہ پڑا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطبہ نے اس پردہ کو اٹھا دیا۔ (مدارج النبوت، قسم چھارم، باب دوم، ج۲، ص۴۳۴)

تجہیز و تکفین

حضورِ اقدس ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری تجہیز و تکفین میرے اہل بیت کریں۔ اس لئے یہ خدمت آپ ﷺ کے خاندان ہی کے لوگوں نے انجام دی۔ چنانچہ حضرت فضل بن عباس و حضرت قثم بن عباس و حضرت علی و حضرت عباس و حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے مل کر آپ کو غسل دیا اور ناف مبارک اور پلکوں پر جو پانی کے قطرات اور تری جمع تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جوشِ محبت و عقیدت سے اس کو زبان سے چاٹ کر پی لیا۔ (مدارج النبوت، قسم چہارم، باب سوم، ج۲، ص۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹ ملخصًا)

غسل کے بعد تین سوتی کپڑوں کا جو "سَحول" گاؤں کے بنے ہوئے تھے کفن بنایا گیا ان میں قمیص و عمامہ نہ تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الثیاب البیض للکفن، الحدیث:۱۲۶۴، ج۱، ص۴۲۸)

نمازِ جنازہ

جنازہ تیار ہوا تو لوگ نمازِ جنازہ کے لئے ٹوٹ پڑے۔ پہلے مردوں، پھر عورتوں، پھر بچوں نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ جنازہ مبارکہ حُجرہ مقدسہ کے اندر ہی تھا۔ باری باری تھوڑے تھوڑے لوگ اندر جاتے اور نماز پڑھ کر چلے آتے لیکن اس جنازہ کا کوئی امام نہیں تھا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاتہ ودفنہ، الحدیث:۱۶۲۸، ج۲، ص۲۸۴، ۲۸۵)

درس نمبر 25

قبرِ انور

حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے قبر شریف تیار کی جو بغلی تھی۔ جسم اطہر کو حضرت علی و حضرت فضل بن عباس و حضرت عباس و حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہم نے قبر منور میں اتارا۔ (مدارج النبوت، قسم چھارم، باب سوم، ج۲، ص۴۴۱، ۴۴۲ملتقطا)

لیکن ابوداؤد کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اُسامہ اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما بھی قبر میں اترے تھے۔

(سنن ابی داود، کتاب الجنائز، باب کم یدخل القبر، الحدیث:۳۲۰۹، ۳۲۱۰، ج۳، ص۲۸۶ملتقطاً)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ اختلاف ہوا کہ حضور ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے کچھ نے کہا کہ مسجد نبوی میں آپ ﷺ کا مدفن ہونا چاہیے اور کچھ نے کہا کہ جنت البقیع میں دفن کرنا چاہیے۔ اس موقع پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ ہر نبی اپنی وفات کے بعد اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جس جگہ اس کی وفات ہوئی ہو۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو سن کر لوگوں نے حضور ﷺ کے بچھونے کو اٹھایا اور اسی جگہ (حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا) میں آپ کی قبر تیار کی اور آپ اسی میں مدفون ہوئے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاتہ ودفنہ، الحدیث:۱۶۲۸، ج۲، ص۲۸۴، ۲۸۵)

چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود وصیت فرمادی تھی کہ میرے غسل اور تجہیز و تکفین میرے اہل بیت کریں۔ پھر امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی بحیثیت امیر المؤمنین ہونے کے یہی حکم دیا کہ **"یہ اہل بیت ہی کا حق ہے"** اس لئے حضرت عباس اور اہل بیت رضی اللہ عنہم نے دروازہ بند کر کے غسل دیا اور کفن پہنایا مگر شروع سے آخر تک خود حضرت امیر المؤمنین ابو بکر صدیق اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حجرہ مقدسہ کے باہر حاضر رہے۔ (مدارج النبوت، قسم چھارم، باب سوم، ج۲، ص۴۳۷، ۴۳۸ملخصًا)

حضور ﷺ کا ترکہ

حضورِ اقدس ﷺ کی مقدس زندگی اس قدر زاہدانہ تھی کہ کچھ اپنے پاس رکھتے ہی نہیں تھے کیونکہ آپ مال و دولت جمع کرنے اور جائیدادیں بنانے نہیں بلکہ لوگوں کو توحید و محبت الٰہی کا جام پلانے آئے تھے، اس لئے ظاہر ہے کہ آپ ﷺ نے وفات کے بعد کیا چھوڑا ہو گا؟

چنانچہ حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

"مَاتَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عِنْدَ مَوْتِہٖ دِرْھَمًا وَّ لَا دِیْنَارًا وَّ لَا عَبْدًا وَّ لَا اَمَۃً وَّ لَا شَیْئًا اِلَّا بَغْلَتَہُ الْبَیْضَاءَ وَسِلَاحَہٗ وَ اَرْضًا جَعَلَھَا صَدَقَۃً"۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے اپنی وفات کے وقت نہ درہم و دینار چھوڑا نہ لونڈی و غلام نہ اور کچھ صرف اپنا سفید خچر اور ہتھیار اور کچھ زمین جو عام مسلمانوں پر صدقہ کر گئے چھوڑا تھا۔ (صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا... الخ، الحدیث:۲۷۳۹، ج۲، ص۲۳۱)

بہر حال پھر بھی آپ ﷺ کے متروکات میں تین چیزیں تھیں۔ (۱) بنو نضیر، فدک، خیبر کی زمینیں (۲) سواری کا جانور (۳) ہتھیار۔

زمین

بنو نضیر، فدک، خیبر کی زمینوں کے باغات وغیرہ کی آمدنیاں آپ ﷺ اپنے اور اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے سال بھر کے اخراجات اور فقراء و مساکین اور عام مسلمانوں کی حاجات میں صرف فرماتے تھے۔

(سنن ابی داود، کتاب الخراج والفیئ۔۔۔الخ، باب فی فایا۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۹۶۳، ج ۳، ص ۱۹۳، ۱۹۴ ملتقطاً)

(مدارج النبوت، قسم چہارم، باب سوم، ج ۲، ص ۴۴۵)

حضور ﷺ کے بعد حضرت عباس اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما اور بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن چاہتی تھیں کہ ان جائیدادوں کو میراث کے طور پر وارثوں کے درمیان تقسیم ہو جانا چاہیے۔ چنانچہ حضرت امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے ان لوگوں نے اس کی درخواست پیش کی مگر آپ اور حضرت عمر وغیرہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان لوگوں کو یہ حدیث (جس کی تصدیق مولیٰ علی و حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے بھی فرمائی) سنا دی کہ "لَانُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ" یعنی ہم (انبیاء) کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ مسلمانوں پر صدقہ ہے۔ (سنن ابی داود، کتاب الخراج۔۔۔الخ، باب فی صفایا۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۹۶۳، ج ۳، ص ۱۹۳، ۱۹۴)

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب قرابۃ۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۷۱۱۔۳۷۱۲، ج ۲، ص ۵۳۷، ۵۳۸)

(صحیح بخاری: کتاب الفرائض، باب قول النبی لانورث۔۔۔الخ، الحدیث: ۶۷۲۵۔۶۷۲۶، ج ۴، ص ۳۱۳ ملتقطاً)

اور اس حدیث کی روشنی میں صاف صاف کہہ دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مطابق یہ جائیدادیں وقف ہو چکی ہیں۔ لہٰذا حضور اقدس ﷺ اپنی مقدس زندگی میں جن کاموں میں ان کی آمدنیاں خرچ فرمایا کرتے تھے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت عباس و حضرت علی رضی اللہ عنہما کے اصرار سے بنو نضیر کی جائیداد کا ان دونوں کو اس شرط پر متولی و نگہبان بنایا تھا کہ اس جائیداد کی آمدنیاں انہیں کاموں میں خرچ کرتے رہیں گے جن میں رسول اللہ ﷺ خرچ فرمایا کرتے تھے۔ پھر ان دونوں میں کچھ اَن بَن ہو گئی اور ان دونوں حضرات نے یہ خواہش ظاہر کی کہ بنو نضیر کی جائیداد تقسیم کرکے آدھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں دے دی جائے اور آدھی کے نگران حضرت علی رضی اللہ عنہ رہیں مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس دخواست کو نا منظور فرما دیا۔ (سنن ابی داود، کتاب الخراج۔۔۔الخ، باب فی صفایا۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۹۶۳، ۲۹۶۴، ج ۳، ص ۱۹۳، ۱۹۵)

لیکن خیبر و فَدک کی زمینیں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے زمانے تک بشمول مولیٰ علی و امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہما خلفاء ہی کے ہاتھوں میں رہیں (اور کسی نے انہیں بطور وراثت تقسیم نہیں کیا) پھر مروان بن حکم نے اس کو اپنی جاگیر بنالیا تو حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں پھر وہی عمل جاری کر دیا جو حضرت ابو بکر و حضرت عمر و عثمان و علی و امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں تھا۔ (سنن ابی داود، کتاب الخراج۔۔۔الخ، باب فی صفایا۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۹۷۲، ج ۳، ص ۱۹۸)

درس نمبر26

سواری کے جانور

حضور ﷺ کے استعمال میں سات گھوڑے، پانچ خچر، تین گدھے، دو اونٹنیاں رہیں۔

(المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب فی ذکر خیلہ۔۔۔الخ، ج۵، ص۹۸۔۱۰۲،۱۰۶۔۱۱۰ ملتقطاً)

لیکن کتابوں میں یہ تشریح نہیں ہے کہ بوقت وفات ان میں سے کتنے جانور موجود تھے کیونکہ حضور ﷺ اپنے جانور دوسروں کو عطا فرماتے رہتے تھے۔کچھ نئے خریدتے کچھ ہدیہ اور نذرانہ میں ملتے بھی رہے۔

بہر حال روایات صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات اقدس کے وقت جو سواری کے جانور موجود تھے ان میں ایک گھوڑا تھا جس کا نام **"لحیف"** تھا ایک سفید خچر تھا جس کا نام **"دُلدُل"** تھا یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے تک زندہ رہا اتنا بوڑھا ہو گیا تھا کہ اس کے تمام دانت گر گئے تھے اور آخر میں اندھا بھی ہو گیا تھا۔ ابن عساکر کی تاریخ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی جنگِ خوارج میں اس پر سوار ہوئے تھے۔ (شرح الزرقانی علی المواہب، فی ذکر خیلہ ولقاحہ ودوابہ، ج۵، ص۱۰۰،۱۰۶)

ایک عربی گدھا تھا جس کا نام **"عفیر"** تھا ایک اونٹنی تھی جس کا نام **"عضباء و قصواء"** تھا یہ وہی اونٹنی تھی جس کو بوقت ہجرت آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خریدا تھا اور اسی پر آپ نے ہجرت فرمائی اور اس کی پُشت پر حجۃ الوداع میں آپ نے عرفات و منیٰ کا خطبہ پڑھا تھا۔

ہتھیار

چونکہ جہاد کی ضرورت ہر وقت درپیش رہتی تھی اس لئے آپ ﷺ کے اسلحہ خانہ میں 9 یا 10 تلواریں، 7 لوہے کی زرہیں، 6 کمانیں، ایک تِیر دان، ایک ڈَھال، 5 برچھیاں، 2 مِغفر، 3 جبے، ایک سیاہ رنگ کا بڑا جھنڈا باقی سفید و زرد رنگ کے چھوٹے چھوٹے جھنڈے تھے اور ایک خیمہ بھی تھا۔ (مدارج النبوت، قسم پنجم، باب یازدہم، ج۲، ص۵۹۸،۶۰۷ ملخصاً وملتقطاً)

(المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، فی الالات حروبہ۔۔۔الخ، ج۵، ص۸۵،۸۸۔۸۹،۹۱۔۹۲)

ہتھیاروں میں تلواروں کے بارے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ مجھے اس کا علم نہیں کہ یہ سب تلواریں بَیک وقت جمع تھیں یا مختلف اوقات میں آپ کے پاس رہیں۔ (مدارج النبوت، قسم پنجم، باب یازدہم، ج۲، ص۵۹۵)

مختلف سامان

برتنوں میں ایک شیشہ کا پیالہ بھی تھا۔ ایک پیالہ لکڑی کا تھا جو پھٹ گیا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسے بند کرنے کیلئے ایک چاندی کی زنجیر سے اسے جکڑ دیا تھا۔ (صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی ﷺ الخ، الحدیث:۳۱۰۹، ج۲، ص۳۴۴)

چمڑے کا ایک ڈول، ایک پرانی مشک، ایک پتھر کا تغار، ایک بڑا سا پیالہ جس کا نام "**السعہ**" تھا، ایک چمڑے کا تھیلا جس میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آئینہ، قینچی اور مسواک رکھتے تھے، ایک کنگھی، ایک سُرمہ دانی، ایک بہت بڑا پیالہ جس کا نام "**الغراء**" تھا، صاع اور مُد، 2 وزن ناپنے کے پیمانے۔ ان کے علاوہ ایک چارپائی جس کے پائے سیاہ لکڑی کے تھے۔ یہ چارپائی حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے ہدیۃً خدمت اقدس میں پیش کی تھی۔ بچھونا اور تکیہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، مقدس جوتیاں، یہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اسباب و سامانوں کی ایک فہرست ہے جن کا تذکرہ احادیث میں متفرق طور پر آتا ہے۔ (المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، تکمیل، ج۵، ص۹۴۔۹۶ ملخصًا)

درس نمبر 27

تبرکاتِ نبوت

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے متروکہ سامانوں کے علاوہ بعض یادگاری تبرکات بھی تھے جن کو عاشقانِ رسول فرطِ عقیدت سے اپنے گھروں میں محفوظ کئے ہوئے تھے اور ان کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ چنانچہ مُوئے مبارک (بال مبارک)، نَعلین شریفین (جوتے مبارک) اور ایک لکڑی کا پیالہ جو چاندی کے تاروں سے جوڑا ہوا تھا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان تینوں آثار متبرکہ کو اپنے گھر میں محفوظ رکھا تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی۔۔۔ الخ، الحدیث:۳۱۰۷، ۳۱۰۹، ج۲، ص۳۴۳، ۳۴۴ ملخصًا)

(فتح الباری شرح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی۔۔۔ الخ، تحت الحدیث:۳۱۰۷، ۳۱۰۹، ج۶، ص۱۷۳، ۱۷۴ ملتقطا)

اسی طرح ایک موٹا کمبل حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا جن کو وہ بطور تبرک اپنے پاس رکھے ہوئے تھیں اور لوگوں کو اس کی زیارت کراتی تھیں۔ چنانچہ حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت مبارکہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تو انہوں نے ایک موٹا کمبل نکالا اور فرمایا کہ یہ وہی کمبل ہے جس میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وفات پائی۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔۔۔ الخ، الحدیث:۳۱۰۸، ج۲، ص۳۴۳)

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ایک تلوار جس کا نام "**ذوالفقار**" تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھی ان کے بعد ان کے خاندان میں رہی یہاں تک کہ یہ تلوار کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔ اس کے بعد ان کے فرزند و جانشین حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس رہی۔ چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ یزید پلید کے پاس سے رخصت ہو کر مدینہ تشریف لائے تو مشہور صحابی حضرت مِسوَر بن مخرمہ رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اگر آپ کو کوئی حاجت ہو یا میرے لائق کوئی کار خدمت ہو تو آپ مجھے حکم دیں میں آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے حاضر ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے کوئی حاجت نہیں پھر حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے یہ گزارش کی کہ آپ کے پاس رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جو تلوار (ذوالفقار) ہے کیا آپ وہ مجھے عنایت فرما سکتے ہیں؟ کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں یزید پلید کی قوم آپ پر غالب آجائے اور یہ تبرک آپ کے ہاتھ سے جاتا

رہے اور اگر آپ نے اس مقدس تلوار کو مجھے عطا فرما دیا تو خدا کی قسم! جب تک میری ایک سانس باقی رہے گی ان لوگوں کی اس تلوار تک رسائی بھی نہیں ہو سکتی مگر حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اس مقدس تلوار کو اپنے سے جدا کرنا گوارا نہیں فرمایا۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔الخ، الحدیث:۳۱۱۰، ج۲، ص۳۴۴)

آپ ﷺ کی انگوٹھی اور عصائے مبارک پر جانشین ہونے کی بنا پر خلفائے کرام حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق و حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم اپنے اپنے دور خلافت میں قابض رہے مگر انگوٹھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کنوئیں میں گر کر ضائع ہو گئی۔ اس کنوئیں کا نام **"بیر اریس"** ہے جس کو لوگ **"بیر خاتم"** بھی کہتے ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب خاتم الفضۃ، الحدیث:۵۸۶۶، ج۴، ص۶۸)

اور آپ ﷺ کا عصائے مبارک (مبارک چھڑی) حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس رہا کرتی تھی جو حضرت سیدنا جہجاہ غفاری رضی اللہ عنہ سے ضائع ہو گئی۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ من کرامات اصحاب رسول اللہ، ص۶۱۳)

نبی کریم ﷺ کی دودھ دینے والی 10 بکریاں تھیں جن کے نام یہ ہیں:

(1) عجوہ (2) زمزم (3) سقیا (4) برکۃ (5) ورسۃ (6) اطلال (7) اطراف (8) قمرہ (9) غوثہ یا غوثیۃ (10) یُمن

درس نمبر 28

خاندان مصطفی ﷺ کا مختصر تعارف

نبی کریم ﷺ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں، آپ کے والد محترم کا نام حضرت عبد اللہ، والدہ کا نام حضرت آمنہ، دادا کا نام حضرت عبد المطلب (ان کا اصلی نام شَیبہ ہے) اور دادی کا نام فاطمہ ہے۔ آپ ﷺ کے نانا کا نام وَہَب اور نانی کا نام بَرہ ہے۔ آپ ﷺ کے پردادا کا نام ہاشم (ان کا اصلی نام عَمرو ہے) اور پردادا کے والد کا نام عبد مناف ہے۔

حضور کے چچاؤں کے نام

تاجدار گولڑہ فاتح قادیان **پیر سید مہر علی شاہ گیلانی** رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز تصنیف **"تحقیق الحق فی کلمۃ الحق"** میں فرماتے ہیں:

"آنحضرت ﷺ حارث وقثم وزبیر وحمزہ وعباس وابوطالب وعبدالکعبہ وجحل وضرار وغیداق وابولہب وصفیہ وعاتکہ واروی وام حکیم وبرہ وامیمہ۔ازیں جماعت ایمان آوردند سہ کس حمزہ وعباس وصفیہ۔"

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کے چچا حارث، قثم، زبیر، حمزہ، عباس، ابو طالب، عبد الکعبہ، جحل، ضرار، غیداق، ابو لہب ہیں اور آپ کی پھوپھی صفیہ، عاتکہ، اروی، ام حکیم، برہ اور امیمہ ہیں۔ اس جماعت میں سے حضرت حمزہ و عباس و حضرت صفیہ رضی اللہ عنھم ایمان لائے۔

(تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، صفحہ 153)

امام الانبیاء ﷺ کی ازواج پاک

(1) حضرت خدیجۃ الکبری (آقا کریم ﷺ کی عمر پاک 50 سال ہوئی تو ہجرت سے 3 سال پہلے یہ وفات پا گئیں، جب تک یہ زندہ رہیں حضور ﷺ نے کوئی اور شادی نہیں فرمائی اور حضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام اولاد انہی سے ہے۔)

(2) حضرت عائشہ صدیقہ (3) حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب (4) حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان (5) حضرت زینب بنت جحش

(6) حضرت زینب بنت خزیمہ (3 ہجری جنگ احد کے بعد حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں اور 3،2 مہینے بعد ہی وفات پا گئیں)

(7) حضرت سودہ بنت زمعہ (8) حضرت میمونہ (9) حضرت جویریہ (10) حضرت ام سلمہ (11) حضرت صفیہ بنت حُیی
رضی اللہ تعالیٰ عنہن

نوٹ: حضور ﷺ کی ظاہری زندگی میں ازواج پاک میں سے حضرت خدیجۃ الکبری و حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنھما کی وفات ہوئی باقی ازواج پاک آپ ﷺ کے وصال مبارک کے وقت حیات تھیں۔

حضور ﷺ کے صاحبزادے

(1) حضرت قاسم (2) حضرت عبد اللہ (3) حضرت ابراہیم، تینوں شہزادے بچپن میں انتقال فرما گئے۔

نبی رحمت ﷺ کی صاحبزادیاں

(1) حضرت زینب (ان کا نکاح حضرت خدیجۃ الکبری کے بھانجے صحابی رسول سیدنا ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے ہوا، ایک بیٹا جن کا نام حضرت علی ہے پیدا ہوئے جو بچپن میں انتقال فرمائے گئے اور ایک بیٹی حضرت امامہ پیدا ہوئیں، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح فرمایا۔ بہر حال سیدہ زینب رضی اللہ عنہا 8 ہجری حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں ہی انتقال فرما گئیں)

(2) حضرت رقیہ (ان کا نکاح سیدنا عثمان غنی سے ہوا، 2 ھ میں انتقال فرما گئیں، ان کے ایک بیٹے عبد اللہ پیدا ہوئے جو والدہ کے بعد 4 ھ میں انتقال فرمائے گئے)

(3) حضرت ام کلثوم (حضرت رقیہ کی وفات کے بعد 3 ھ میں حضور ﷺ نے ان کا نکاح عثمان غنی سے کر دیا، شعبان المعظم 9 ہجری میں انتقال فرما گئیں)

(4) حضرت فاطمۃ الزہراء (ان کا نکاح مولی علی سے ہوا حضور ﷺ کے وصال کے 6 ماہ بعد رمضان المبارک 11 ہجری میں انتقال فرما گئیں)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد پاک

(1) حضرت امام حسن (2) امام حسین (3) امام محسن (بچپن میں انتقال فرمائے گئے)

(1) حضرت زینب (ان کا نکاح امام حسین کے چچازاد بھائی عبد اللہ بن جعفر طیار سے ہوا جن سے ان کے دو صاحبزادے محمد بن عبد اللہ بن جعفر اور عون بن عبد اللہ بن جعفر تھے دونوں کربلا میں موجود تھے۔

(2) حضرت ام کلثوم (ان کا نکاح حضرت عمر سے ہوا اور ایک بیٹا زید اور ایک بیٹی رقیہ پیدا ہوئیں)

(3) حضرت رقیہ (بچپن میں انتقال میں فرما گئیں) رضی اللہ عنھم اجمعین

نوٹ: اس تمام تر تفصیل سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے کل نواسے اور نواسیاں 9 تھے۔

(1) سیدنا علی (2) سیدہ امامہ (یہ دونوں سیدہ زینب سے ہیں) **(3) سیدنا عبد اللہ** (یہ سیدہ رقیہ سے ہیں) **(4) سیدنا امام حسن (5) سیدنا امام حسین (6) سیدنا محسن (7) سیدہ زینب (8) سیدہ ام کلثوم (9) سیدہ رقیہ** (یہ تین نواسے اور تین نواسیاں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ہیں۔

درس نمبر 29

مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ کے صاحبزادے

مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے 3 بیٹے سیدہ فاطمۃ الزہراء سے تھے امام حسن و حسین و امام محسن جن کا ذکر ہو چکا ان کے علاوہ

(4) حضرت عثمان (5) حضرت جعفر (6) حضرت عبد اللہ اکبر (7) حضرت غازی عباس (ان چاروں کی والدہ ام البنین تھیں)

(8) محمد اکبر (المعروف بہ محمد بن حنفیہ) **(9) عبد اللہ اصغر (10) محمد اصغر (11) ابو بکر (12) عمر اکبر (13) یحییٰ**

(14) عون (15) محمد اوسط

نوٹ: ان میں سے حضرت جعفر، حضرت ابو بکر، حضرت عثمان، حضرت عباس علمدار اور حضرت عبد اللہ کربلا میں موجود تھے اور پانچوں شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنھم اجمعین

سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے

(1) حسن مثنی (2) زید (3) حمزہ (4) حسین (5) عبد اللہ اکبر (6) عبد اللہ اصغر (7) عبد الرحمن (8) اسماعیل (9) محمد (10) یعقوب (11) جعفر (12) طلحہ (13) ابو بکر (14) عمر (15) قاسم

نوٹ: کربلا میں صرف امام حسن مثنی، امام قاسم، عبد اللہ، ابو بکر اور عمر تھے۔ امام حسن مثنی اور عمر کے علاوہ تینوں کربلا میں شہید ہوئے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کربلا میں

(1) حضرت علی اوسط (انہیں امام سجاد اور امام زین العابدین بھی کہتے ہیں، بی بی شہر بانو جن کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے کیا تھا ان کے بطن سے پیدا ہوئے)

(2) حضرت علی اکبر بن حسین (یعلی بنت ابی مرہ سے امام کے صاحبزادے ہیں۔عمر 18 سال تھی)

(3) علی اصغر (ان کی والدہ قبیلہ بنی قضاعہ سے تھیں)

نوٹ: امام زین العابدین کے علاوہ دونوں شہزادے کربلا میں شہید ہوئے۔

آپ کی دو صاحبزادیاں کربلا میں

(1) حضرت سکینہ (ان کی منگنی حضرت قاسم بن امام حسن سے ہوئی تھی، کربلا میں حضرت قاسم کے شہید ہونے کے بعد مصعب بن عمیر سے نکاح ہوا)

(2) فاطمہ صغریٰ (ان کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے عبداللہ بن عمرو سے ہوا)

امام حسین رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں کربلا میں

(1) بی بی شہربانو (ان کا نکاح امام حسین رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کروایا تھا)

(2) اور حضرت علی اصغر کی والدہ تھیں۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد کربلا میں

امام مسلم بن عقیل کوفہ میں شہید ہوئے تھے۔

اوران کے دو بیٹے **(1) محمد بن مسلم (2) عبداللہ بن مسلم** (کربلا میں شہید ہوئے۔بعض کے نزدیک یہ دونوں کوفہ میں شہید ہوئے۔)

امام حسین رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کربلا میں

(1) عبدالرحمن بن عقیل (2) جعفر بن عقیل (3) اور ایک پوتے **محمد بن سعید بن عقیل** رضی اللہ عنہم (تینوں کربلا میں شہید ہوئے)

میدان کربلا سے زندہ بچنے والے

(1) امام زین العابدین (2) عمر بن حسن (3) محمد بن عمر بن علی (4) امام حسن بن مثنیٰ (یہ شدید زخمی تھے یزیدی لشکر انہیں شہید سمجھ کر چھوڑ گیا جب قریبی بستی والے شہداء کی تدفین کیلئے آئے تو انہیں زندہ پایا لہٰذا انہیں اٹھا کر لے گئے اور ان کا علاج معالجہ کیا، آپ صحت یاب ہو کر مدینہ شریف تشریف لے آئے۔) رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین

امام زین العابدین کے صاحبزادوں کے نام

(1) امام باقر **(2)** امام زید **(3)** عمر الاشرف **(4)** عبداللہ الباہر **(5)** حسن **(6)** حسین الاکبر **(7)** حسین الاصغر **(8)** عبدالرحمن **(9)** قاسم **(10)** سلیمان **(11)** علی رضی اللہ عنھم

نوٹ: آپ کی نسل پاک امام محمد باقر، امام زید، عبد اللہ باہر، عمر اشرف، حسین الاصغر اور علی الاصغر سے جاری ہوئی۔

بارہ امام

(1) سیدنا مولیٰ علی (2) امام حسن (3) امام حسین (4) امام زین العابدین (5) امام محمد باقر (6) امام جعفر صادق (7) امام موسیٰ کاظم (8) امام علی رضا (9) امام تقی (10) امام نقی (11) امام حسین عسکری (12) امام مہدی رضی اللہ عنھم

نوٹ: ہم اہلسنت وجماعت صرف ان بارہ ہستیوں کو ہی نہیں بلکہ حضرت ابو بکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنھم سمیت سیدنا امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنھما کی تمام اولاد کو امام مانتے ہیں لیکن ان میں سے کسی کو بھی معصوم نہیں مانتے۔

نوٹ: بعض لوگ بارہ اماموں کے ساتھ آقا کریم ﷺ اور سیدہ فاطمۃ الزہراء کو بھی شامل کرکے **"چودہ معصوم"** کہتے ہیں۔

یادرہے! ہم اہلسنت وجماعت کے نزدیک معصوم صرف نبی اور فرشتے ہیں ان کے علاوہ بڑی سے بڑی ہستی جو نبی نہ ہو وہ معصوم بھی نہیں لہذا ہمارے نزدیک ان چودہ ہستیوں میں معصوم صرف آقا کریم ﷺ ہیں باقی تیرہ ہستیاں معصوم نہیں بلکہ محفوظ ہیں جو بھی شخص ان تیرہ ہستیوں کو معصوم مانے وہ اہلسنت وجماعت سے خارج وگمراہ ہے۔

کربلا میں شہید ہونے والے صحابہ کرام

(1) حضرت زاہر بن عمرو اسلمی۔ (ادائیگی حج کے بعد قافلے میں شریک ہوئے) (2) عمار بن ابی سلامہ۔ (عاشورہ کو کربلا میں پہنچے)

(3) مسلم بن کثیر الاعرابی۔ (جنگ جمل میں زخمی ہونے کے باعث چل نہیں سکتے تھے پھر بھی کوفہ سے کربلا پہنچے)

(4) حبیب ابن مظاہر۔ (ابو ثمامہ صیداوی نے امام عالی مقام کو نماز کیلئے عرض کیا، امام نے نماز کیلئے قوم اشقیا کو جنگ بند کرنے کو کہا تو حصین بن تمیم نمیر نے گستاخی کی اور کہا "لاتقبل الصلوۃ" (تمہاری نماز مقبول نہیں) حضرت حبیب مظاہر نے جواباً فرمایا: "لاتقبل زعمت الصلوۃ من آل رسول اللہ وانصارھم وتقبل منک یاخمار" (تمہاری نماز قبول نہیں کیا تو سمجھتا ہے کہ آل رسول اوران کے مددگاروں کی نماز قبول نہیں، کہیں تو نشے میں تو نہیں ہے؟) اس پر پھر جنگ چھڑ گئی۔ حضرت حبیب سخت زخمی ہوئے۔ بدیل بن حریم نے سر قلم کردیا۔ امام قریب آئے اور فرمایا: "للہ درک یاحبیب! کنت فاضلا تختم القرآن فی لیلۃ واحدۃ" (اے حبیب تم ایسے فاضل تھے جو ایک رات میں پورا قرآن تلاوت کرتے تھے)

(5) مسلم بن عوسجہ سعدی۔ (ان کی شہادت پر امام عالی مقام نے فرمایا: "یرحمک اللہ یامسلم" (اللہ مسلم پر رحم فرمائے) یارسول اللہ یہ آپ کے بھی اصحاب میں تھے اور میرے بھی اصحاب میں ہو کر مددگار ہو کر رخصت ہوئے) (6) عبد الرحمن بن عبد الرب الخزرجی الانصاری

(7) حضرت شبیب بن عبد اللہ نہشلی۔ (مکہ سے ہی امام عالی مقام کیساتھ آئے تھے) (8) حضرت نصر بن ابی نیز۔ (بعض کے نزدیک صحابی ہیں)

(9) حضرت انس بن حارث الکابلی۔(جنگ بدر و حنین میں حضور کے ساتھ شرکت کی، مشہور حدیث ہے:"ان ابنی هذا یقتل بارض یقال لها کربلافمن ادرکم له منکم فینصره"(میرا یہ بیٹا اس زمین پر شہید کیا جائے گا جسے کربلا کہتے ہیں جو اس زمانے کو پائے اس کی مدد کرے)نہایت عمر رسیدہ تھے ۔طویل سفر کر کے کربلا پہنچے۔امام ان کو دیکھ کر بہت روئے)

(10) مجمع الجہنی ابن زیاد الجہنی۔(جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔مکہ و مدینہ کے درمیان جہنیہ علاقہ میں رہائش تھی۔راستے میں ہی شریک ہوئے)

درس نمبر 30

اُمّت پر حضور ﷺ کے حقوق

حضورِ اقدس ﷺ کو اپنی امت سے بے پناہ محبت، اسکی مغفرت کی فکر اور ہر امتی پر آپ کی شفقت و رحمت کی جو کیفیت ہے اس پر قرآن میں خداوند تعالیٰ کا فرمان گواہ ہے:"لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر بہت ہی نہایت ہی رحم فرمانے والے ہیں۔ (پارہ۱۱،التوبۃ:۱۲۸)

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے **"شفاء شریف"** میں آپ ﷺ کے 8 حقوق ذکر فرمائے ہیں جنہیں ادا کرنا ہر امتی پر فرض وواجب ہے۔

(۱)ایمان بالرسول (۲)اتباعِ سنت رسول (۳)اطاعتِ رسول (۴)محبتِ رسول (۵)تعظیمِ رسول (۶)مدح رسول (۷)درود شریف (۸)قبر انور کی زیارت

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، القسم الثانی فیما یجب علی الانام...الخ، الجزء الثانی، ص۲)

(۱)ایمان بِالرَّسول

آپ ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان اور جو کچھ آپ لائے، سچے دل سے اس کو سچا ماننا ہر امتی پر فرض عین ہے اور بغیر رسول پر ایمان لائے ہر گز کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا قرآن میں خدا تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَعِیْرًا ﴿۱۳﴾

ترجمہ: جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان نہ لایا تو یقیناً ہم نے کافروں کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ (پارہ۲۶، الفتح:۱۳)

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، القسم الثانی فیما یجب علی الانام...الخ، الباب الاول فی فرض الایمان بہ...الخ، الجزء الثانی، ص۲۔۳ ملخصاً)

(۲)اِتباعِ سنّتِ رسول

حضور اقدس ﷺ کی سنتِ مقدسہ کی اتباع اور پیروی ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے کہ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۱﴾ (پارہ۳، ال عمرٰن:۳۱)

ترجمہ:(اے رسول) فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم کو اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور اللہ بہت زیادہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

(الشفاء: القسم الثانی فیما یجب علی الانام...الخ، الباب الاول فی فرض الایمان بہ...الخ، فصل واما وجوب...الخ، الجزء الثانی، ص ۸۔۹ ملخصًا)

(۳) اطاعتِ رسول

ہر امتی ہر حال میں آپ کے ہر حکم کی اطاعت کرے اور اس کی خلاف ورزی کا تصور بھی نہ کرے کیونکہ آپ کی اطاعت ہر امتی پر فرض عین ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے: (1) "اَطِیْعُوا اللهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ" یعنی حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔(پارہ ۵، النساء:۵۹)

(2) "مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ" یعنی جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔ (پارہ ۵، النساء:۸۰)

(۴) محبت رسول

ہر امتی پر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا حق ہے کہ وہ سارے جہان سے بڑھ کر آپ سے محبت رکھے، خدا تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۴﴾

(اے رسول) آپ فرما دیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان یہ چیزیں اللہ اور اسکے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ (پارہ ۱۰، التوبۃ:۲۴)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہر مسلمان پر اللہ و رسول کی محبت فرض عین ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔ (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان، الحدیث:۱۵، ج۱، ص۱۷)

(۵) تعظیمِ رسول

ہر امتی پر فرض عین ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور آپ سے نسبت رکھنے والی تمام چیزوں کا ادب و احترام کرے اور ان کی شان میں کوئی بے ادبی نہ کرے۔ احکم الحاکمین جل جلالہ کا فرمان والا شان ہے: لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ﴿۹﴾

ترجمہ: اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔ (پارہ ۲۶، الفتح:۸، ۹)

(۶) مدحِ رَسول

ہر اُمتی پر رسول اللہ ﷺ کا حق ہے کہ ہمیشہ آپ ﷺ کی مدح و ثنا کرتا رہے، آپ ﷺ کے فضائل کا ذکر کرنا رب العالمین ، انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا طریقہ ہے، مقدس آسمانی کتابیں بھی اس کا اعلان کر رہی ہیں اور حضرت حسان بن ثابت اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ، کعب بن زہیر وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی بے مثال نعتوں کے نذرانے پیش کئے اور اِنْ شاءَ اللہ قیامت تک حضور سرور عالم ﷺ کی مدح و ثنا کا چرچا ہوتا رہے گا۔

رہے گا یوں ہی ان کا چرچا رہے گا ☆ پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

(۷) درود شریف

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھے۔ چنانچہ خالق کائنات جل جلالہ کا حکم ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ (پارہ ۲۲، الاحزاب: ۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے مومنو! تم بھی ان پر درود بھیجتے رہو اور ان پر سلام بھیجتے رہو جیسا کہ سلام بھیجنے کا حق ہے۔

(۸) قبر انور کی زیارت

حضور اقدس ﷺ کے روضۂ مقدسہ کی زیارت سنتِ مؤکدہ قریب بہ واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ (پارہ ۵، النساء: ۶۴)

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ جس وقت کہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں آپ کے پاس آجاتے اور خدا سے بخشش مانگتے اور رسول ان کے لئے بخشش کی دعا فرماتے تو یہ لوگ خدا کو بہت زیادہ بخشنے والا مہربان پاتے۔

روضہ منورہ کی زیارت کے فضائل میں چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

(1) "مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ" (سنن الدار قطنی، کتاب الحج، باب المواقیت، الحدیث: ۲۶۶۹، ج۲، ص ۳۵۱)

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

(2) "مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ وَلَمْ يَزُرْنِيْ فَقَدْ جَفَانِيْ" (الکامل فی ضعفاء الرجال، النعمان بن شبل الباهلی البصری، ج۸، ص ۲۴۸)

جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

(3) "مَنْ زَارَنِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ فَكَاَنَّمَا زَارَنِيْ فِيْ حَيَاتِيْ وَمَنْ مَاتَ بِاَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بُعِثَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ"

(سنن الدار قطنی، کتاب الحج، باب المواقیت، الحدیث: ۲۶۶۸، ج۲، ص ۳۵۱)

جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا میری حیات میں میری زیارت کی اور جو حرمین شریفین میں سے ایک میں مر گیا وہ قیامت کے دن امن والوں کی جماعت میں اٹھایا جائیگا۔

محبتِ رسول کی نشانیاں

محبتِ رسول ﷺ کا دعویٰ کرنے والے تو بہت لوگ ہیں۔ مگر اس کی چند نشانیاں ہیں جن کو دیکھ کر اس بات کی پہچان ہوتی ہے کہ واقعی اس کے دل میں محبت رسول ﷺ ہے۔ ان علامتوں میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) آپ کے اقوال و افعال کی پیروی، سنتوں پر عمل، اوامر و نواہی کی فرمانبرداری، غرض شریعت مطہرہ پر پورے طور سے عامل ہو جانا۔

(۲) آپ کا ذکر شریف بکثرت کرنا، درود شریف پڑھنا، ذکر پاک کی محافل مثلاً میلاد شریف اور دینی جلسوں میں حاضری دینا۔

(۳) حضور ﷺ، ان لوگوں اور ان چیزوں کا ادب و احترام کرنا جن کو رسول اللہ ﷺ سے نسبت حاصل ہے۔ مثلاً صحابہ کرام، ازواجِ مطہرات، اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم، شہر مدینہ، قبر انور، مسجد نبوی، آثار شریفہ، قرآن و احادیث وغیرہ۔

(۴) حضور ﷺ کے دوستوں سے دوستی اور ان کے دشمنوں یعنی بد دینوں، بد مذہبوں سے دشمنی رکھنا۔

(۵) دنیا سے بے رغبتی اور فقیری کو مالداری سے بہتر سمجھنا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "مجھ سے محبت کرنے والے کی طرف فقرو فاقہ اس سے بھی زیادہ جلدی پہنچتا ہے جیسے پانی کا سیلاب اپنے منتہٰی کی طرف۔

(سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی فضل الفقر، الحدیث: ۲۳۵۷، ج۴، ص۱۵۶)

اللہ رب العزت ہمیں اپنے محبوب ﷺ کی سیرت وصورت کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تمت بالخیر

یکم ربیع الاول 1444ھ بروز بدھ مطابق 28 ستمبر 2022 بوقت فجر 5:12 منٹ

ابو حمزہ محمد آصف مدنی

سر گودھا، پنجاب، پاکستان

0313.7013113